پیغمبر اسلام
کا غیر مسلموں
سے حسن سلوک

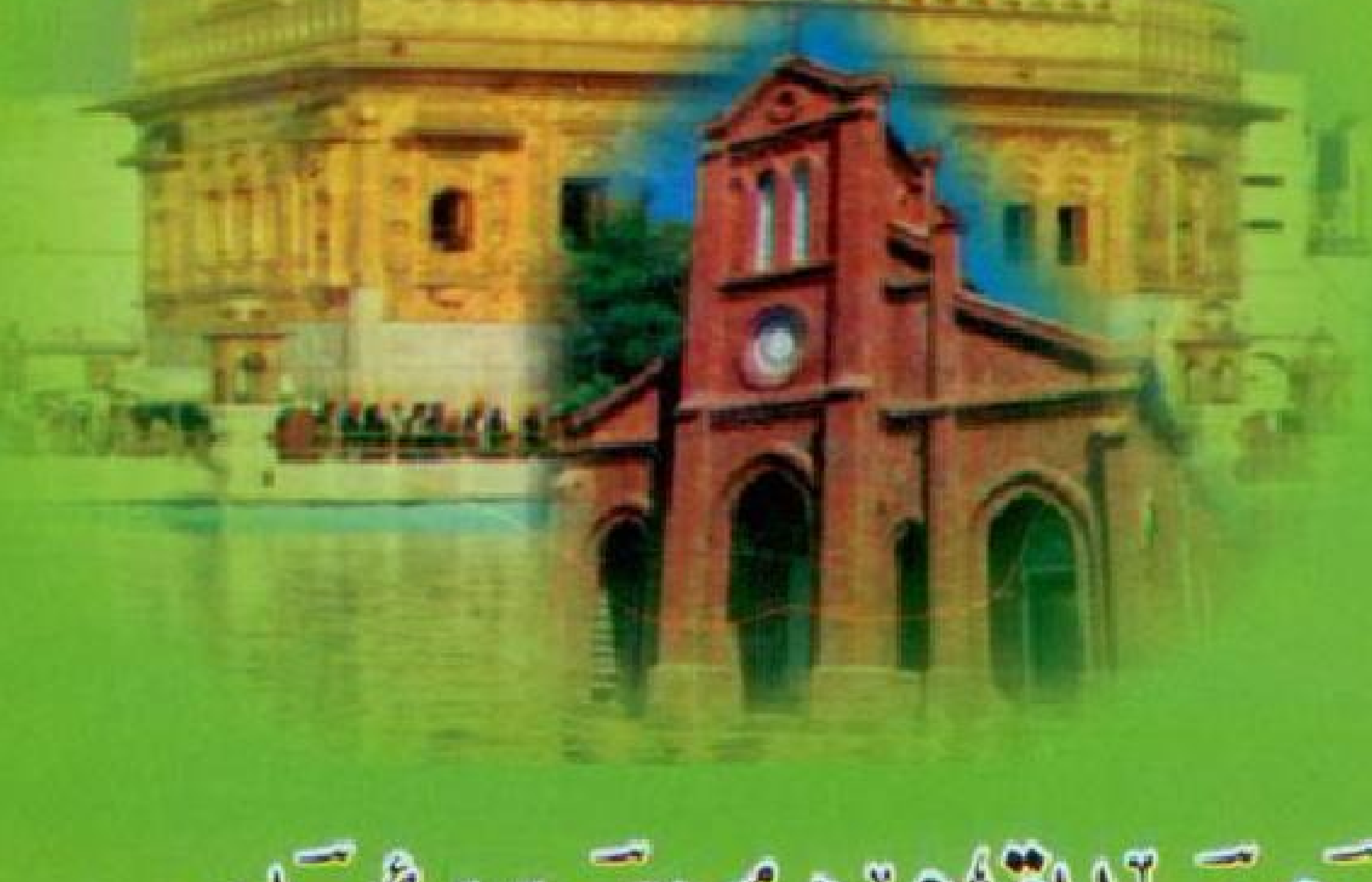

تالیف:

شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی

پی ایچ ڈی (امریکہ)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

تالیف

شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی مدظلہٗ
پی۔ ایچ۔ ڈی (امریکہ)

دفتر ماہنامہ عبقری
مرکز روحانیت وامن 78/3 عبقری اسٹریٹ
نزد قرطبہ مسجد مزنگ چونگی لاہور

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب: پیغمبر اسلام ﷺ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک
تالیف: شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی مدظلہ
ناشر: دفتر ماہنامہ عبقری مرکز روحانیت وامن 78/3 عبقری
اسٹریٹ نزد قرطبہ مسجد مزنگ چونگی لاہور

2014

اس ویب سائٹ سے لاکھوں لوگ اپنے
گھریلو مسائل کے سلسلے میں استفادہ کرتے ہیں۔

Website:www.ubqari.org

042-37425801-042-37425802

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	حال دل	9
2	نامناسب الفاظ کی ممانعت	11
3	واقعہ افک میں رسول اللہ ﷺ کی بردباری	13
4	عیسائیوں کو مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا	15
5	فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے	18
6	نرمی کے ساتھ اسلام پیش کرو	20
7	حسن سلوک چھ ہزار قیدی رہا کر دیئے	22
8	جاؤ، آج تم سب آزاد ہو	24
9	نبی کریم ﷺ پر ابوجہل کا قاتلانہ حملہ	26
10	چہرہ مبارک خون آلود مگر۔۔۔ کوئی شکایت نہیں	29
11	جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک	31
12	جنگی قیدیوں کے بارے دنیا کا پہلا آئین	32
13	مسلمانوں نے اپنا کھانا بھی قیدیوں کو دیا	33
14	مکہ میں انتقام کے شعلے اور نبی کریمؐ کا حسن سلوک	35
15	یہودی کا نبی کریمؐ کا گھیراؤ اور آپؐ کا حسن سلوک	37

16	کیا دنیا ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔۔۔؟	38
17	عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق رواداری	39
18	غیر مسلموں کے ساتھ زیادتی۔۔۔! کبھی نہیں	39
19	بُرا کرنے والوں کو بھی اُف نہ کہا	43
20	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کی بارش	45
21	الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمین پر	45
22	خادمین کے ساتھ حسن سلوک	46
23	اِدھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور مینہ برسنا شروع	47
24	قاتلوں، ظالموں کیلئے عام معافی کا اعلان	49
25	حسن سلوک سے کل کا دشمن آج کا سپہ سالار	51
26	شان رحمت! قیدی بھی مسرور و شادمان	52
27	صحابی کا حسن سلوک! غیر مسلم ماں کو بچے سے ملا دیا	52
28	دشمنوں کے ساتھ اپنی شایان شان سلوک	54
29	فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا حکم	54
30	اسلام کے بدترین دشمن کیساتھ حسن سلوک	56
31	ثمامہؓ پر لطف و کرم کی بارش	56
32	حسن سلوک! قیدی آزادی کے بعد بھی نہ جاتے	58
33	قتل کی نیت سے آنے والے جانثار بن گئے	59
34	عمرہ کیلئے حضرت ثمامہؓ کا مکہ آنا	60
35	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانے سے کبھی کوئی محروم نہ گیا	60
36	ابولہب کے بیٹوں پر شفقت	62
37	خطائیں معاف، صبر اور کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ	63

38	دندان مبارک شہید کرنیوالوں کیلئے مغفرت کی دعا	65
39	ہجرت سے پہلے کفار مکہ کا ظلم	66
40	شہوت پرستوں کیلئے بھی دعائیں	68
41	ظالم یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک	70
42	چڑیا اور چیونٹی پر ظلم کرنے کی ناگواری	72
43	اسلام کے بدترین دشمن کا نماز جنازہ	74
44	یہودی کی معافی اور نبی کریم ﷺ کا کرم	76
45	مالک بن عوف پر نوازش	78
46	سازشوں کے گھر کو دارالامن بنادیا	80
47	صحابہ کے قاتل کیلئے معافی کا علان	81
48	نبی کریم ﷺ کا حسن سلوک اور مکہ میں امن	83
49	یہ شخص میرے قتل کے ارادے سے آیا۔۔۔!	85
50	حضرت ابوبکر صدیقؓ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	87
51	گستاخ کو سزا اور ابوبکر صدیقؓ کی ناراضگی	89
52	غیر مسلموں کے حقوق کی نگہبانی	91
53	حضرت عمر فاروقؓ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	93
54	رواداری کے تین قابل ذکر واقعات	95
55	یہودی بوڑھے کے ساتھ حسن سلوک	97
56	حسن سلوک کا دلچسپ واقعہ	98
57	فتح مصر اور عیسائیوں کیساتھ رواداری	99
58	غیر مسلموں پر برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالو	101
59	حضرت عمرؓ کی بستر مرگ پر بھی حسن سلوک کی تلقین	103

60	حضرت عمرؓ کا عیسائی غلام	105
61	جب غیر مسلم بولا: بے شک تمہارا پیغمبر سچا ہے!	107
62	بیت المقدس کے ذمی کے ساتھ عجب حسن سلوک	109
63	جان و مال، صلیب اور گرجے کو امان	110
64	قبطی رئیس کے ساتھ حسن سلوک	111
65	ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک	112
67	خیبر کے باغی یہودی اور حضرت عمرؓ کا انصاف	114
68	مسلمانوں کی کامیابی کی بڑی وجہ	115
69	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رواداری	117
70	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مذہبی رواداری	119
71	حضرت علیؓ کی حسن تدبیر اور حسن سلوک	121
72	ذمیوں کے حقوق کی پامالی گوارا نہیں	123
73	نصرانی چور کے حق میں فیصلہ	124
74	حسن سلوک ۔۔۔ قبیلے کا قبول اسلام	125
75	اولیاء اللہ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	127
76	آتش پرست کا قبول اسلام	127
77	خواجہ معین الدین چشتیؒ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	129
78	بہرام آتش پرست سے حسن سلوک	130
79	شیخ جلال الدینؒ کا سادھو سے حسن سلوک	132
80	سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کا حسن سلوک	134
81	مسلمان سردار کا انصاف اور عیسائی کی معافی	135
82	میری آنکھ حاضر ہے اسے چھوڑ دو!	135

83	حضرت بایزید بسطامیؒ کا حسن سلوک	137
84	بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور یہودی پڑوسی	138
85	صوفی تب تک صوفی نہیں ہوتا۔۔۔	140
86	عفو و درگزر اور دشمن نوازی	141
87	سید اسحاق گازرونی لاہوریؒ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	143
88	ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	145
89	مشرکہ کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین	147
90	انگریز عورت کے ساتھ ہمدردی	148
91	ابو عبداللہ خیاط اور مجوسی سے حسن سلوک	150
92	یہودی پڑوسی کا اکرام	151
93	جب سمرقند مسلمان ہوا۔۔۔!!!	152
94	ڈاکو سے ولی تک کا سفر	154
95	غیر مسلموں کی عبادت گاہیں، ان کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں	156
96	انسانیت کیلئے انوکھا امن، عافیت اور سکون کا پیغام	156
97	وہ تین ہندوؤں کے نہیں ہمارے مرے	157
98	اسلام میں مسلم اور غیر مسلم کیلئے ایک ہی قانون	158
99	پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا احترام	159
100	غیر مسلموں کو میلی آنکھ سے دیکھنا بھی اسلام میں حرام قرار پایا	160
101	مسلسل تکلیفیں دینے والے غیر مسلموں کیلئے تحفے	161
102	امام اعظم رحمہ اللہ نے شرابی غیر مسلم کو خود جیل سے رہا کرایا	162
103	تسبیح خانہ اور غیر مسلموں کی نیند کا اکرام	162
104	تسبیح خانہ لاہور کا پیغام	163

105	سلطان صلاح الدین اور عیسائی محکوم	164
106	مغل بادشاہوں کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	165
107	غیر مسلم، مسلم فسادات مغلیہ دور میں نہ لکھے' نہ پڑھے اور نہ سنے گئے	165
108	غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی انتہا	166
109	مسلم حکمران غیر مسلم عبادت گاہوں کے تحفظ کے خیر خواہ	167
110	حکومت عثمانیہ اور عیسائیوں کیساتھ حسن سلوک	167
111	غیر مسلموں کے ساتھ رحم کی انوکھی مثال	168
112	حضرت ابوعبیدہؓ اور عیسائیوں کے جان و مال' عبادت گاہوں کی حفاظت	169
113	خلیفہ وقت نے عیسائی حکیم کی نماز جنازہ میں حصہ لیا	171
114	غیر مسلم رعایا کے ساتھ محبت وشفقت	173
115	آخری بات	174

انسان اپنے دوست احباب' عزیزوں' رشتہ داروں سے تو حسن سلوک کرتا ہے مگر اپنے کسی دشمن سے تو شاید ہی کوئی حسن سلوک کرے مگر جن کا ہم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور جن کی غلامی پر ہم کو ناز ہے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ماننے والے صحابہؓ' تابعین اور اولیائے اکرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا حسن سلوک دشمنوں اور جانی دشمنوں تک کیلئے بھی اس قدر عام اور وسیع تھا کہ عقل اب تک محو حیرت ہے یہ

کتاب اسی زندگی کا ایک عکس ہے۔

حال دل

ابراہیم لودھی کے دور حکومت میں دوران تعمیرات ایک مندر کو توڑنے کا مسئلہ آ گیا، ہندو توڑنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ مسلمانوں کے بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھنے کیلئے ان کو دربار میں طلب کیا گیا۔ مفتی صاحب نے ساری بات سننے کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ مندر کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات بادشاہ اور رعایا پر بہت گراں تھی۔ لیکن آپ اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے تاریخ گواہ ہے کہ اس مندر کو چھوڑ دیا گیا۔

اسلام نا صرف خود سلامتی ہے بلکہ معاشرے کی سلامتی کے بھی واضح اصول رکھتا ہے۔ قرآن مقدس کی آیت مبارکہ ''جس نے ایک جان کو ختم کیا اس نے ساری انسانیت کو ختم کیا'' درحقیقت معاشرے کے ہر فرد، ہر مسلک، ہر مذہب، ہر طبقے اور تمام اقوام سے ایک ان دیکھے رشتے کا خلاصہ بیان کرتی ہے۔ اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی فرماں روا نے کسی اسلامی سلطنت میں اخلاق محمدی کو مقدم رکھا تو اس دور میں غیر مسلموں اور ان کی عبادت گاہوں کا بالکل ایسے تحفظ کیا گیا جیسے خود مسلمانوں کا اور ان کو ویسی ہی آزادی دی گئی جیسی خود مسلمانوں کو، ہر دور میں ایسے روشن واقعات ہیں جن پر ناصرف اسلامی تاریخ نازاں ہے بلکہ خود غیر مسلم مؤرخوں نے ان کو متاثر کن ستائشی انداز میں بیان کیا ہے۔ ان واقعات کی روشن مثالیں اہل اللہ کے حالات ہیں: بابا فرید رحمہ اللہ کی سکھ مذہب پیروکاروں کے ساتھ رواداری اور بھائی چارگی ڈھکی چھپی نہیں، اور خود سکھ مذہب کی مقدس کتابوں میں ان کا نام مذہبی پیشوا کے طور پر شامل ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کے اخلاق، آپ کا درگزر، اور انسان دوستی ایک سچی حقیقت ہے۔ حضرت خواجہ عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھول بنو کانٹے نہ بنو، دوست بنو اجنبی نہ بنو۔ یہ سب واقعات اسلام کی

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا ایک چھوٹا سا عکس ہیں ۔

اہل اللہ کی انسان دوستی اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ اسلام کے سچے ماننے والے نہ صرف خود ہر مذہب کے ماننے والوں سے پر خلوص محبت کرتے تھے بلکہ ان کی محبت غیر مسلموں کو بھی محبت کی سنہری زنجیر میں باندھ لیتی تھی ۔

موجودہ دور میں جب پورے عالم میں بد امنی کے حالات ، پریشانیاں اور آپس کی دوریوں کے دکھ عام ہیں وہاں آج اس بات کی ضرورت ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ ہے کہ اسلام کی سچی تعلیمات کو سمجھتے ہوئے انسانیت کے رشتے کو نئے سرے سے خلوص کی بنیادوں، محبت کی اینٹوں اور اخلاق کے سیمنٹ سے تعمیر کیا جائے اور دنیا کو یہ پیغام دیا جائے کہ اسلام امن ، بھائی چارگی اور محبت کا مذہب ہے مشرق ہو یا مغرب ، شمال ہو یا جنوب، غریب ہو یا مالدار، ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا، اعلیٰ عہدیدار ہو یا غریب مزدور سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں ۔

یہ کتاب جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان رواداری اور باہمی تعلق کو سامنے لانے کی ادنیٰ سی کوشش ہے ۔ اگر نفرتوں کے بھڑکتے ہوئے الاؤ میں سے ایک چنگاری بھی بجھ گئی تو میں سمجھوں گا کہ میری کوشش رائیگاں نہیں گئی ۔ آیئے اس مشن میں آپ بھی میرے ساتھی بنیں اور مرکز روحانیت و امن کے اس پیغام کو دنیا بھر میں عام کریں ۔

خواستگار اخلاص و عمل
بندہ، حکیم محمد طارق محمود عفا اللہ عنہ
مرکز روحانیت و امن، مزنگ چونگی، لاہور

OOOOOO

پیغمبر اسلام کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

نا مناسب الفاظ کی ممانعت

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر بن سلیم کو چند نصیحتیں کیں جن میں ایک یہ تھی کہ کسی کو برا بھلا نہ کہو وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے انسان تو انسان اونٹ اور بکری کی نسبت بھی ناشائستہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔

یا اللہ انہیں عطا کر:

جنگ احد کی شکست سے زیادہ رؤسائے طائف کے تحقیر آمیز برتاؤ کی یاد خاطر اقدس پر گراں تھی تاہم اس برس کے بعد غزوۂ طائف میں جب وہ ایک طرف منجنیق سے مسلمانوں پر پتھر برساتے تھے' تو دوسری طرف ایک سراپائے حلم وعفو انسان (خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا مانگ رہے تھے کہ خدایا انہیں عطا کر اور ان کو آستانہ اسلام پر جھکا' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۹ ہجری میں جب ان کے وفد نے مدینہ کا رخ کیا تو آپؐ نے صحن مسجد میں ان کو مہمان اتارا اور عزت وحرمت کے ساتھ ان سے پیش آئے۔ کچھ تعرض نہ فرمایا: مدینہ کے منافق یہودیوں میں سے لبید بن اعصم نے آپؐ پر سحر کیا' تاہم آپؐ نے کچھ تعرض نہ فرمایا' حضرت عائشہؓ نے مزید تحقیق کی تو آپؐ نے فرمایا میں لوگوں میں شورش نہیں پیدا کرنا چاہتا۔

مجھ کو تم سے اور کچھ امید تھی:

زید بن سعنہ جس زمانہ میں یہودی تھے' لین دین کا کاروبار کرتے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کچھ قرض لیا' میعاد ادا میں ابھی کچھ دن باقی تھے' تقاضے کو آئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر پکڑ کر کھینچی اور سخت سست کہہ کر کہا عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یوں ہی حیلے بہانے کیا کرتے ہو۔''

حضرت عمرؓ غصہ سے بیتاب ہو گئے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا: ’’اُو دشمنِ خدا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ ‘‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: ’’عمرؓ! مجھ کو تم سے اور کچھ امید تھی‘ اس کو سمجھانا چاہیے تھا کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے کہنا چاہیے تھا کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں یہ فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ قرضہ ادا کر کے بیس صاع کھجور کے اور زیادہ دے دو۔ ‘‘

(جنوری 2007ء)

☆☆☆☆☆

آپس کی محبت اور الفت اُٹھالی جائیگی

عمر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ (قرب قیامت میں) سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ آپس کی محبت اور الفت ہوگی۔

(ادب مفرد ص263)

واقعہ افک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بردباری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ازحد تکلیف دہ واقعہ ''افک'' تھا۔ منافقین نے آپ کی پاک دامن زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا پر (نعوذ باللہ من ذالک) تہمت لگائی۔ منافقین نے اس بے بنیاد واقعہ کو اس قدر شہرت دی کہ پورا مدینہ اس شرانگیز پروپیگنڈہ کی زد میں تھا۔ اس کے نتیجہ میں مدینہ کی مسلم سوسائٹی بحران کا شکار تھی اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ازحد پریشان تھے لیکن اس انتہائی تکلیف دہ اذیت ناک حالات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلم و بردباری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے سواری پر تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں لوگوں کا ایک مجمع تھا۔ شاید کوئی میٹنگ ہو رہی تھی۔ آپ رکے تو اس اجتماع میں موجود عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے سواری کی گرد کی وجہ سے چادر ناک پر رکھ لی اور کہا: ''دیکھو گرد نہ اڑاؤ'' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجتماع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: ''اے شخص! جو تم کہہ رہے ہو وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔ اگر یہ حق ہے تو ہمیں مجلس میں تنگ نہ کرو اور جہاں سے آئے ہو وہیں چلے جاؤ۔ ہم میں سے جو تمہارے پاس آئے اسے سنانا۔''

اس کی یہ بات سن کر سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا: ''آپ ضرور تشریف لائیں گے۔'' اس پر اس نے کچھ تلخ سا جواب دیا۔ بات کچھ زیادہ بڑھ گئی اور تلواریں نکل آئیں، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا بجھا کر معاملہ ٹھنڈا کر دیا۔ اس اجتماع سے اٹھ کر آپ سیدنا سعد بن عبادہؓ کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: ''تم

نے عبداللہ کی باتیں سنیں؟ سیدنا سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ اس شخص کی ان باتوں کو محسوس نہ کریں۔ یہ وہ شخص ہے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل اہل مدینہ نے ریاست کا تاج تیار کر لیا تھا تاکہ اسے پہنائیں۔ (اور اسے اپنا بادشاہ بنائیں) جب حق کی وجہ سے جو اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا ہے، یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تو اسے شرمندگی ہوئی۔'' (اور اس شرمندگی کی وجہ سے یہ ایسی اول فول باتیں کرتا ہے)

اس قسم کے بے شمار واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے نہایت ناپسندیدگی اور انتہائی ناگواری کے احوال و کیفیات میں بھی صبر و تحمل کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفت حلم کا بہترین مظہر اور پرتو تھے۔ آپ نے امت کو بھی یہی تلقین کی کہ مشکل اور ناپسندیدہ حالات میں حلم و بردباری کو نہ چھوڑیں۔ (فروری 2007ء)

☆☆☆☆☆

عیسائیوں کو مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا

۹ ہجری میں نجران سے ساٹھ آدمیوں پر مشتمل عیسائیوں کا ایک وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے ان لوگوں کو مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا اور انہیں اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ حضورؐ نے ان لوگوں کی نہایت اہتمام سے خود مہمانداری کی یہی وہ لوگ تھے جنہیں حضورؐ نے مباہلہ کی دعوت دی تھی مگر وہ اسے قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

طائف کے وفد کی خاطر و تواضع:

طائف سے بنو ثقیف کا وفد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بہ نفس نفیس اس وفد کے تمام لوگوں کی نہایت خاطر تواضع کی حالانکہ یہی لوگ تھے۔ جنہوں نے کفار مکہ سے بھی زیادہ اور بدترین اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا۔

حبشہ کے سفیروں کی خدمت:

ایک دفعہ شاہ حبشہ کے بھیجے ہوئے سفیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ بذات خود ان کی مہمانی اور خاطر مدارت میں مصروف ہو گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؐ تشریف رکھیں، ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیا: ''جب مسلمان حبشہ گئے تھے تو ان لوگوں نے ان کی خدمت کی تھی۔ اس لئے اب میرا فرض ہے کہ میں بھی ان کی خدمت کروں۔''

کافر مہمان نے بستر گندا کر دیا:

ایک دفعہ ایک کافر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ اس نے جان بوجھ کر اتنا کھایا کہ اہل بیت کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسے بدہضمی کے اسہال شروع ہو گئے اور بستر ہی میں پاخانہ نکل گیا صبح کو وہ شرمندگی کے مارے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا گیا۔ صبح حضورؐ اٹھے تو دیکھا کہ مہمان غائب ہے تو بستر ناپاک ہوگیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر کو خود اپنے دست مبارک سے دھونے لگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم حاضر ہیں۔ ہم خود بستر کو دھولیں گے۔ آپؐ تکلیف نہ فرمائیں۔" "نہیں، نہیں۔ وہ شخص میرا مہمان تھا، اس لئے یہ میرا ہی حق ہے۔ کہ میں اس خدمت کو بجالاؤں۔" اس کافر کو راستہ میں یاد آیا کہ جلدی میں تلوار وہیں بھول آیا ہوں۔ وہ تلوار لینے کے لئے واپس آیا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے ہاتھوں سے بستر کو دھو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اس پر پڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ناپاک حرکت کے متعلق ایک لفظ تک زبان پر نہ لائے اور کہا تو صرف اتنا کہا: "بھائی! تم اپنی تلوار یہیں بھول گئے تھے۔ اسے لے جاؤ۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر اس شخص کے دل سے کفر کا زنگ فی الفور اتر گیا اور وہ اسی وقت ایمان لے آیا۔

کافروں پر رحمت اور شفقت:

میں لعنت کرنے والا نہیں: مکہ میں کفار نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو اتنی سخت اذیتیں دی تھیں کہ صحابہ کرامؓ پر مایوسی کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ ایک بار صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ "یارسولؐ اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین پر دعا کریں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: "میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

اے اللہ!......دوس کو ہدایت دے: حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت طفیل کو جب اپنی کوششوں میں کامیابی نصیب نہ ہوئی تو وہ مایوس ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قبیلہ دوس ہلاک ہوجائے

کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ ان پر بد دعا فرمائیے۔'' صحابہؓ کو گمان ہوا کہ حضور ﷺ بد دعا کرنے لگے ہیں مگر حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں یوں دعا مانگی: ''اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان کر کے لا۔'' (مارچ 2007ء)

* * * * *

جو تکلیف دے اسے معاف کر دو!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے علی! تم کو دین و دنیا کے بلند اخلاق نہ بتاؤں اور فرمایا: تم اس سے رابطہ رکھو جو تم سے توڑے اور تمہیں دور رکھے اور جو تمہیں محروم رکھے تم اسے نوازو اور جو تم کو تکلیف دے اسے معاف کر دو۔ **(ترغیب جلد نمبر 3**

فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے

غزوہ بدر کے قیدیوں کو رسول اکرم ﷺ نے پہلے صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرما دیا تھا۔ بعد میں حضورؐ نے صحابہؓ سے مشورہ لیتے ہوئے فرمایا: ''تمہاری ان قیدیوں کے متعلق کیا رائے ہے؟'' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رائے دی: ''یا رسول اللہؐ! فدیہ لیکر ان سب کو رہا کر دینا چاہئے۔'' حضرت عمرؓ نے کہا: ''حضورؐ! یہ لوگ کفر و شرک کے امام ہیں۔ خدا نے ہم کو ان پر غلبہ دیا ہے اس لئے مسلمانوں کے خون کا اور مسلمانوں پر انہوں نے جو ظلم کئے ہیں، ان کا قصاص و انتقام لینا چاہئے اور ان کی گردنیں اڑا دینا چاہئیں۔'' مگر حضورؐ نے رحمت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور سب قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔

قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھیں:

غزوہ بدر کے قیدیوں کو رسول اکرم ﷺ نے دو دو چار چار کر کے صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا تھا اور انہیں آرام کے ساتھ رکھنے کی تاکید کر دی تھی۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ کھانا ان کو کھلا دیتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزران کرتے تھے۔ ایک قیدی کا بیان ہے کہ مجھے جن انصاری صاحب نے اپنے گھر میں رکھا، ان کا یہ عالم تھا کہ کھانے میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں کھاتے۔ مجھ کو شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا مگر وہ اصرار کے ساتھ روٹی مجھے واپس کر دیتے اور کہتے: ''ہمیں حضورؐ کا حکم ہے کہ ہم تمہیں مہمانوں کی طرح آرام سے رکھیں۔''

قابو پاجاؤ تو عفو سے کام لو:

رسول اکرم ﷺ کی اونٹنیاں ذی قرو کی چراگاہ میں چرا کرتی تھیں۔ یہودی

قبیلہ غطفان کے چند آدمیوں نے چھاپہ مارا اور حضرت ابو ذرؓ کے صاحبزادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر متعین تھے، قتل کر کے اور ان کی بیوی کو گرفتار کر کے بیس اونٹنیاں پکڑ کر لے گئے۔ پتا چلنے پر مسلمانوں نے تعاقب کیا تو وہ درہ میں گھس گئے جہاں قبائل غطفان کا سپہ سالار عینیہ بن حصن ان کی امداد کو موجود تھا۔ مسلمانوں میں حضرت سلمہؓ ابن لاکوع ایک مشہور تیرانداز صحابی تھے۔ سب سے پہلے ان کو اس غارت گری کی خبر ہوئی۔ انہوں نے ”واصباحاہ“ کا نعرہ مارا اور دوڑ کر چھاپہ مارنے والوں کو جا لیا۔ وہ اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ سلمہؓ نے تیر برسانے شروع کئے تو وہ بھاگ نکلے۔ حضرت سلمہؓ نے تعاقب کیا اور ان سے لڑ بھڑ کر تمام اونٹنیاں چھڑا لائے۔ واپس آ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت عام کے لحاظ سے فرمایا: ”قابو پا جاؤ تو عفو سے کام لو۔“ (اپریل 2007)

☆☆☆☆☆

نرمی کے ساتھ اسلام پیش کرو

غزوۂ خیبر میں باقی سب قلعے تو آسانی سے فتح ہو گئے تھے مگر قلعہ قموص جو مرحب کا پایہ تخت تھا۔ اس کی مہم میں زیادہ دیر ہوئی۔ پہلے اس مہم پر دیگر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہ بھیجے گئے مگر فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا۔ ایک شام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کل میں اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا اور جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسولؐ بھی اسے چاہتے ہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے تمام رات بے قراری سے کاٹی کہ دیکھئے یہ تاج فخر کس کے حصے میں آتا ہے، صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟'' یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھتی تھیں اور سب کو معلوم تھا کہ اس حالت میں وہ جنگ سے معذور ہیں۔ بہر حال وہ حسب طلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ جب انہیں علم عنایت ہوا تو انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہود کو لڑ کر مسلمان بنا لیں؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نرمی کے ساتھ ان کو سلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لائے تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

دشمنوں کے ساتھ احسان:

حنین کی جنگ میں کامیابی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے مال و اسباب کو جو اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اور ان کے قیدیوں کو جعرانہ میں محفوظ رکھنے کا فیصلہ کیا اور پھر دشمن کی اس فوج سے نمٹنے کے لیے جو طائف کے قلعے میں جا کر بیٹھ گئی تھی اور ایک نئی جنگ کی تیاری کر رہی تھی۔ مسلمانوں کے لشکر کو

لے کر طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز تک قلعے کا محاصرہ کیا۔ پھر جب یہ اطمینان ہو گیا۔ کہ اس قلعے میں گھری ہوئی فوج کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے تو واپس جعرانہ تشریف لائے۔ (مئی 2007)

☆☆☆☆☆

جو تم سے تعلق توڑے تم جوڑ رکھو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں وہ اعمال نہ بتادوں جس سے تم جنت کے بلند درجات حاصل کرو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: جی ضرور ارشاد فرمایئے: ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو تمہارے ساتھ جہالت کرے تم اسے برداشت کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے سہو، جو تم کو محروم کرے، تم اسے عطا کرو، جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے جوڑ رکھو۔ **(ترغیب جلد 3، ص 419)**

حسن سلوک چھ ہزار قیدی رہا کر دیئے

یہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند روز انتظار کیا کہ جنگ حنین کے قیدیوں کے رشتے دار آئیں تو ان سے ان کی رہائی کی بات کریں لیکن جب کئی دن گزرنے کے بعد بھی کوئی نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جب تقسیم ہو چکی تو قبیلہ ہوازن کا جس نے حنین میں مسلمانوں سے جنگ کی تھی ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم لوگ شریف خاندان ہیں۔ ہم پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر احسان فرمائیں، اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان فرمائے گا۔ اس قبیلے کے ایک سردار زہیر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عورتیں یہاں قید ہیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں، خالائیں اور وہ عورتیں ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی ہے۔ اللہ کی قسم اگر عرب بادشاہوں میں کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے کچھ امیدیں ہوتیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو بہت امیدیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنی عورتیں اور اولاد زیادہ پیاری ہے یا مال و اسباب؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک چیز لینے کا اختیار دیا ہے تو ہماری اولاد اور عورتیں ہمیں دے دیجئے۔ یہ ہمیں زیادہ پیاری ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارا کئی دن انتظار کیا لیکن تم نہ آئے۔ میں نے مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔ میرے اور میرے خاندان کے حصے میں جو قیدی آئے ہیں وہ تو میں نے تمہیں دیئے باقی رہے دوسرے قیدی تو ان کیلئے یہ تدبیر ہے کہ جب میں نماز پڑھ چکوں تو تم مجمع میں کھڑے ہو کر کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفیع ٹھہرا کر مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو شفیع ٹھہرا

کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری اولاد اور ہماری عورتیں ہمیں واپس کر دی جائیں۔ اس وقت میں اپنے اور اپنے خاندان کے قیدی واپس کر دوں گا اور باقی قیدیوں کیلئے مسلمانوں سے کہوں گا۔ چنانچہ ہوازن کے آدمیوں نے ایسا ہی کیا اور نماز کے بعد اپنی درخواست پیش کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’میں نے اپنا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ تمہیں دیا‘‘ انصار اور مہاجرین یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنے حصے کے قیدی چھوڑ دیں اور وہ ان کو اپنی قید میں رکھیں۔ انہوں نے فوراً ایک زبان ہو کر عرض کیا ’’ہم نے بھی اپنا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کیا‘‘ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن سے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ان کے چھ ہزار قیدی واپس کر دیئے۔ (جون 2007ء)

☆☆☆☆☆

جاؤ، آج تم سب آزاد ہو

رمضان ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ رسول اللہ ﷺ اس شہر میں جہاں کافروں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو طرح طرح سے ستا کر ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا تھا، اس شان سے داخل ہوئے کہ دس ہزار جان نثاروں کا لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص کعبے میں پناہ لے گا اسے کچھ نہیں کہا جائے گا، جو اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے گا وہ بھی محفوظ رہے گا اور جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا، وہ بھی محفوظ ہوگا۔ یہ ابوسفیان وہی تھے جو اسلام کے سخت دشمن تھے، جنہوں نے مدینے پر بار بار حملہ کیا، عربوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور خود رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ مگر اب وہ کچھ دیر پہلے ایمان لے آئے تھے اور اللہ کے رسولؐ نے ان کی ساری پچھلی باتیں بھلا دی تھیں اور ان کو عزت دی تھی کہ ان کے گھر کو کافروں کے لیے پناہ بنا دیا تھا۔ حضورؐ مکے میں داخل ہو کر سیدھے کعبہ شریف پہنچے۔ وہاں جو بت رکھے تھے ان کو گرایا، پھر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، وہاں دیواروں پر جو تصویریں تھیں انھیں مٹوایا، جو بت رکھے تھے ان کو نکلوایا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا۔ خطبے کے بعد آپ ﷺ نے مجمع کی طرف دیکھا۔ بڑے بڑے کافر موجود تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے حضور ﷺ کی مخالفت میں دن رات ایک کر دیے تھے، اسلام کو مٹانے میں کوئی کسر نہ رکھی تھی، مسلمانوں کو ایذائیں پہنچائی تھیں، طرح طرح کے ظلم کیے تھے، آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے، آپ ﷺ کے بارے میں ناگوار باتیں کہی تھیں، ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے صحابہؓ کو قتل کیا تھا اور خود آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کے خون سے ہاتھ رنگے تھے۔ آپ نے ان

سب کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا: ”اے قریش کے لوگو! آج تم مجھ سے کس قسم کے برتاؤ کی توقع رکھتے ہو؟“ لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا: ”ہمیں آپ سے بھلے برتاؤ کی توقع ہے۔ آپ ہمارے شریف بھائی ہیں، شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔“ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دونوں جہاں کے لیے رحمت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جاؤ، آج تم سب آزاد ہو۔“ کافروں میں سے ایک شخص آپ کی طرف بڑھا تو رعب سے اس کا بدن کانپنے لگا اور اس کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو درد بھرے لہجے میں فرمایا: ”ڈرو نہیں، میں بھی قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں، کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔“ (اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (جولائی 2007)

☆☆☆☆☆

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ابوجہل کا قاتلانہ حملہ

ایک دن جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں سجدے کی حالت میں خدا کی عبادت کر رہے تھے تو ابوجہل اپنے قبیلے کے کچھ دوسرے افراد کے ہمراہ وہاں پہنچ گیا۔ ابوجہل کے ہاتھ میں اونٹ کی اوجھڑی تھی جس میں کثیف خون اور دوسری گندگیاں بھری ہوئی تھیں۔

جزیرۃ العرب میں کسی کو سزائے موت دینے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ پانی یا خون یا دوسری گندگیوں سے بھری ہوئی اونٹ کی اوجڑی کو اس کے سر پر اس طرح چڑھا دیتے تھے کہ محکوم کا سر اور چہرہ اوجڑی کے اندر پھنس جاتا اور پھر اوجڑی کے نچلے حصے کو کسی تھیلے کے منہ کی طرح مضبوطی سے اس کی گردن میں باندھ دیا جاتا تھا۔ اس طرح چونکہ محکوم شخص کی ناک اور منہ مکمل طور پر اوجڑی کے اندر پھنس جاتے تھے لہٰذا وہ سانس نہیں لے سکتا تھا اور دم گھٹنے کے باعث جلد ہی اس کی موت واقع ہو جاتی تھی۔ اس روز ابوجہل اور اس کے دوسرے ساتھی یہ فیصلہ کر کے آئے تھے کہ وہ (نعوذ باللہ) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اوجڑی کے ذریعے ہلاک کر دیں گے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گرد و پیش سے بے خبر عبادت میں مشغول تھے اور دوسرے یہ کہ ان کے خون کے پیاسے پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہے تھے تاکہ ان کے قدموں کی آہٹ تک سنائی نہ دے سکے۔

ابوجہل جیسے ہی وہاں پہنچا تو اس نے پلک جھپکتے ہی اونٹ کی اوجڑی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر رکھ دی اور جلد ہی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک اور چہرہ مبارک اس میں پھنس گیا۔ پھر ابوجہل نے بڑی پھرتی کے ساتھ اوجڑی کے دوسرے سرے کو ایک تھیلی کی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک میں باندھ دیا۔ حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیسے ہی یہ احساس ہوا کہ کوئی چیز ان کے سر مبارک پر رکھ دی گئی ہے تو انہوں نے اٹھ کر اپنے آپ کو نجات دلانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ا کے آس پاس موجود تھے وہ انہیں اپنی رہائی کے لئے تگ و دو کرتا ہوا دیکھ رہے تھے اور انہیں بخوبی یہ احساس تھا کہ سانس رکنے کے باعث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے قراری اور بے تابی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے یہ سوچا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے اور سر سے اوجڑی کا غلاف اتار دیں لیکن انہیں ابوجہل کا خوف تھا اور وہ جانتے تھے کہ اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کریں گے تو ابوجہل جیسے خوفناک شخص کی دشمنی مول لے بیٹھیں گے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہائی کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ تاہم قریش کی ایک عورت جو وہاں موجود تھی وہ اس کربناک منظر کی تاب نہ لا سکی اور دوڑتی ہوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچی اور ان کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے وہ اپنے والد کی مدد کے لیے خانہ کعبہ پہنچیں اور اگر دیر ہو گئی تو وہ انہیں زندہ نہ پا سکیں گی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سراسیمہ حالت میں روتے ہوئے خانہ کعبہ تک پہنچیں۔ ابوجہل اور دوسرے لوگوں نے جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بلا تاخیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک اور سر مبارک کو اوجڑی کی گرفت سے آزاد کیا اور اپنے دامن سے ان کے چہرے مبارک کو صاف کیا تاکہ وہ آسانی سے سانس لے سکیں۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دم گھٹنے کے باعث ایک گھنٹے تک حرکت کرنے کے قابل نہ ہو سکے اور اس کے بعد اپنی بیٹی کے سہارے کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدد سے اپنے چہرے اور سر سے خون اور دیگر کثافات کو صاف کیا، کپڑے تبدیل کئے اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد کے کپڑے دھوکر سکھانے کے لیے دھوپ میں ڈال دیئے۔

اگلے روز حضرت **محمد** ﷺ گزشتہ روز کے واقعہ سے خوفزدہ ہوئے بغیر جیسے کوئی خاص بات پیش نہ آئی ہو۔ دوبارہ خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت **محمد** ﷺ ایک با استقامت اور قوی ارادہ انسان تھے اور جب انہیں یہ یقین حاصل ہو گیا کہ انہوں نے حقیقت کو پالیا ہے تو پھر کوئی دوسرا انہیں ڈرانے، دھمکانے حتی کہ قاتلانہ حملہ کرنے سے ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کرسکتا تھا۔ (اگست 2007)

☆☆☆☆☆

چہرہ مبارک خون آلود مگر۔۔۔ کوئی شکایت نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین بھی انتہائی لجاجت پیشہ اور متعصب تھے اور انہوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے ہیں تو انہوں نے ایک بار پھر انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس مرتبہ عقبہ نامی شخص جو ایک چادر اٹھائے ہوئے تھا برہنہ پا خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ اگر چہ وہ ننگے پاؤں تھا لیکن اس کے باوجود پنجوں کے بل چل رہا تھا تا کہ اس کے قدموں کی آواز سنائی نہ دے سکے۔

دوسری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ کچھ اس طرح اپنے خدا کی طرف مبذول تھی کہ انہیں اپنے گردوپیش کی خبر نہیں تھی، اس لیے وہ عقبہ کے نزدیک آنے کی آواز نہ سن سکے۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں گئے تو عقبہ نے بڑی پھرتی کے ساتھ اپنی چادر ان پر ڈال دی اور اتنا شدید حملہ کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک اور منہ مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ عقبہ کوشش کر رہا تھا کہ سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے ہی وہ پے در پے وار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (نعوذ باللہ) خاتمہ کر دے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور اس مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو حملہ آور کے ہاتھوں سے چھڑانے میں کامیاب ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خون آلود چہرے کے ساتھ گھر واپس لوٹ آئے۔ گھر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک صاف کیا لیکن اپنے ہونٹوں پر کوئی شکایت نہ آنے دی کیونکہ جیسا کہ وہ خود فرماتے تھے کہ انسان کو صرف اسی وقت درد و رنج کا احساس گراں محسوس ہوتا ہے جب اسے یہ علم نہ ہو کہ وہ کس کے لیے تکالیف اٹھا رہا ہے لیکن جب وہ یہ جان لے کہ یہ مصائب کس نصب العین کی راہ میں اس پر ٹوٹ رہے ہیں تو اسے درد و رنج کا خوف نہیں رہتا اور نہ ہی اس کے ہونٹوں پر کوئی شکایت آتی ہے۔

یورپی محققین کے سوالوں کا جواب:

یورپی قارئین جوان سطور کو پڑھ رہے ہیں ہوسکتا ہے یہ سوال اٹھائیں کہ آیا یہ ماننے کی بات ہے کہ ابوجہل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرعام قتل کرنے کی کوشش کرے اور وہاں پر موجود قبیلہ قریش کے دوسرے افراد صرف تماشائی بنے رہیں اور ان کی نجات کے لیے کوئی اقدام نہ اٹھائیں؟ میں (یعنی کونسٹن ویرژیل) ان کے جواب میں یہی کہوں گا کہ جی ہاں اس زمانے میں یہ واقع رونما ہوا ہے جیسا کہ آج بھی جب کہ بیسویں صدی کا زمانہ ہے اس قسم کے واقعات جزیرۃ العرب میں رونما ہوتے رہتے ہیں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ یمن میں ایک چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور ایک دفعہ یہ بھی دیکھا کہ ایک راہزن کی گردن سرعام اڑا دی گئی لیکن وہیں موجود تماشائیوں کے چہرے پر کسی قسم کے ترحم یا ہمدردی کے آثار نمایاں نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عرب اور خاص طور پر ایک بدوی عرب کی نظر میں ”ترحم“ کا مطلب وہ نہیں ہوتا جیسا کہ ہم یورپ کے رہنے والے سمجھتے ہیں۔

(ستمبر 2007)

☆☆☆☆☆

جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

جنگ بدر میں جب مسلمانوں کی میتیں سپرد خاک کر دی گئیں تو پیغمبر اسلام حضور نبی کریم ﷺ نے جنگی قیدیوں سے نمٹنے کا فیصلہ کیا۔ جنگ بدر میں لشکر کفار کے ستر افراد مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے تھے۔ جزیرۃ العرب میں یہ دستور تھا کہ کوئی قیدی اسی سپاہی کی ملکیت بن جاتا تھا جس نے اسے میدان جنگ سے گرفتار کیا ہو۔ جو سپاہی دشمن کے کسی فرد کو گرفتار کرتا تو اسے یہ حق حاصل تھا کہ اگر چاہے تو اپنے قیدی کو جان سے مار ڈالے یا بردہ فروشی کے بازار میں لے جا کر فروخت کر دے یا پھر خود اپنا غلام بنا لے۔ جب کسی قیدی کو موت کے گھاٹ اتارنا مقصود ہوتا تو اس کے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھ کر اسے زمین پر بٹھا دیتے اور اس کے ہاتھوں پر بندھی رسی کا دوسرا سرا کسی درخت سے باندھ دیتے تا کہ اسیر بھاگنے کی کوشش نہ کرے اور پھر تلوار کو ہاتھ میں تھام کر گردن کے پیچھے سے اتنا شدید وار کرتے کہ محکوم کا سر ہوا میں اڑ جاتا اور اس کی گردن سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑتا تھا۔ اس دن بھی جب اموات مسلمین دفن ہو گئیں تو پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں سے صلاح مشورہ کیا کہ جنگی قیدیوں کا کیا کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوئے۔ ''سب کی گردنیں اڑا دی جائیں۔'' حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بولے۔ ''میرے خیال میں سارے اسیروں کو زندہ جلا دینا چاہیے'' لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تجویز پیش کی کہ جنگی قیدیوں کو یہ اجازت دی جائے کہ وہ مکہ میں اپنے اہل خاندان سے رابطہ قائم کریں اور ان سے کہیں کہ وہ لوگ ان کی آزادی کیلئے فدیہ ادا کر کے انہیں چھڑا لے جائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس کی منظوری دے دی۔ (اکتوبر 2007ء)

جنگی قیدیوں کے بارے دنیا کا پہلا آئین

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنگی قیدیوں کے بارے میں ایسا آئین مرتب کیا گیا جو دنیا کا سب سے پہلا آئین ہے جو جنگی قیدیوں کے بارے میں وضع ہوا اور جس میں جنگی قیدیوں سے نیک سلوک کرنے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اس سے قبل کہ حضرت محمدؐ جنگی قیدیوں کے بارے میں مذکورہ دستور نافذ کریں، تو یہ رسم تھی کہ جو شخص دشمن کے کسی سپاہی کو میدان جنگ میں گرفتار کرتا تو اس کے ساتھ من مانا سلوک کرتا حتیٰ کہ اسے قتل بھی کر سکتا تھا خواہ گردن اڑا کر یا زندہ جلا کر۔ صرائے عرب میں کوئی قیدی درحقیقت اس شخص کی بلاشرکت غیرے ملکیت ہوتا تھا جس نے اسے پکڑا ہوا اور اگر قیدی کے اہل خاندان اس کی رہائی کے لیے مناسب رقم ادا کر دیتے تو وہ چھوٹ جاتا وگرنہ پکڑنے والے کی طرف سے یا تو بیچ دیا جاتا یا پھر تہہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے آئین میں یہ بھی ذکر کیا کہ جنگی قیدیوں کی آزادی کے لیے جو فدیہ مقرر ہوگا وہ ان کے اہل خاندان کی حیثیت کے پیش نظر تعین کیا جائے گا اور چونکہ لشکر قریش کے زیادہ تر قیدی دولت مند گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے لہٰذا ہر جنگی قیدی کی آزادی کا فدیہ چار ہزار درہم ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص مقررہ رقم ادا نہیں کر سکتا تو وہ اس کے عوض مناسب تعداد میں تلواریں اور نیزے دے کر اپنی آزادی کا پروانہ حاصل کر سکتا تھا۔ علاوہ ازیں جو قیدی پڑھنا لکھنا جانتے تھے یا تو وہ نقد یا اسلحے کی شکل میں فدیہ ادا کرنے سے قابلِ معاف ہیں۔ یا پھر ایسے لوگوں کا فدیہ یہ ہے کہ دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں جس کے بعد وہ آزاد کر دیئے جائیں گے۔ **(نومبر 2007ء)**

☆☆☆☆☆

مسلمانوں نے اپنا کھانا بھی قیدیوں کو دیا

حضور نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستور میں یہ تاکید بھی ہوئی تھی کہ جنگی قیدی جب تک مسلمانوں کی قید میں ہیں تو انہیں مفت خوراک اور لباس فراہم کیا جائے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے کیونکہ خدا، جنگی قیدیوں کو ایذا پہنچانا پسند نہیں کرتا۔ مذکورہ آئین میں جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی اتنی تاکید کی گئی تھی کہ مسلمان اپنا کھانا اور کپڑے تک انہیں دے دیتے اور خود بھوکا رہنا گوارا کر لیتے کہ مبادا ان کا قیدی بھوکا، پیاسا یا برہنہ نہ رہ جائے۔

اہل مکہ میں غم وغصہ کی لہر:

بہرطور جنگ بدر میں مسلمانوں کے غلبہ پا لینے کی خبر جیسے ہی مکہ پہنچی تو اہل مکہ نے ایک اور جنگ کے ذریعے مسلمانوں سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اہل مکہ میں سے ایک جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر مسلمانوں سے بدلہ لینے کی ٹھانی وہ ابوسفیان تھا۔ جنگ بدر میں اس کا بیٹا، سسر اور داماد مارے گئے تھے جبکہ دوسرا بیٹا مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہو چکا تھا۔ لہٰذا ابوسفیان بھی مجبور تھا کہ اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے چار ہزار درہم کا فدیہ ادا کرے۔

ابوسفیان کی بیوی کی قسم:

ابوسفیان نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لے لے تو اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا اور نہ ہی اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرے گا۔ ابو سفیان کی بیوی نے بھی جم غفیر کے سامنے قسم کھائی کہ اگر اس کے بیٹے، باپ اور بھائی کا قاتل اس کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس کا کلیجہ نکال کر چبا ڈالے گی۔ اس نے

یہ بھی اعلان کیا کہ اگر اس کے بیٹے، باپ اور بھائی کے قاتل کئی لوگ ہوئے تو وہ ان سب کے کان، ناک اور زبان کاٹ کر ان سے ہار بنائے گی اور جس دن اسلام کو شکست ہو گی تو وہ یہ ہار گلے میں ڈال کر میدان جنگ میں ناچے گی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر مسلم مسلمانوں کے لیے کیا سوچتے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے ساتھ کتنی نرمی کا سبق دیتے اور اُدھر کفار کیا سوچ رہے تھے۔ (دسمبر 2007)

☆☆☆☆☆

اپنے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہ دو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ذمہ داری دو، میں تمہارے لیے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بولے تو جھوٹ نہ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے، امانت دی جائے تو خیانت نہ کرے، اپنی نگاہوں کو پست رکھے، اپنی عزت کی حفاظت کرے، اپنے ہاتھوں کو بچائے۔ (کسی کو تکلیف نہ دے)۔

مکہ میں انتقام کے شعلے اور نبی کریمؐ کا حسن سلوک

مکہ میں مسلمانوں کے خلاف غضب و انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے تو دوسری طرف مدینہ سے یہ خبر موصول ہوئی کہ اہل مکہ قیدیوں کو آزاد کروا سکتے ہیں اور ہر قیدی کی آزادی کا فدیہ چار ہزار درہم ہے۔ لہٰذا ستر (70) اسیروں کی رہائی کے لئے دو لاکھ اسی ہزار درہم ادا کرنے ہوں گے۔ مکہ کے بزرگوں نے کہا کہ ہمیں قیدیوں کا فدیہ ادا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مسلمان مالی طور پر بہت کم حیثیت ہیں۔ اگر انہیں فدیہ کے طور پر اتنی بھاری رقم موصول ہوگئی تو ان کی حالت سدھر جائے گی لہٰذا انہیں اپنے ہاتھوں سے اپنے دشمن کو مالی طور پر مستحکم نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جنگی قیدیوں کے اہل خاندان بمعہ ابوسفیان بزرگان قریش کے پاس پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو فدیہ ادا کرنے کی اجازت دی جائے تا کہ وہ اپنے عزیز و اقارب کو مسلمانوں کی قید سے رہائی دلا سکیں۔ لہٰذا قریش کے سرداروں نے بادل نخواستہ اسیروں کی آزادی کے لئے فدیہ ادا کرنے کی منظوری دے دی۔

جنگی قیدی ابوالعاص کی قبول اسلام کی کہانی:

جنگی قیدیوں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس کا نام تھا ''ابوالعاص''، یہ شخص حضرت محمد ﷺ کی مرحومہ زوجہ حضرت خدیجہؓ کا بھانجا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کا شریک حیات بھی۔ دختر پیامبر ﷺ نے اپنے خاوند کی رہائی کے لئے تین ہزار درہم فراہم کر لیے لیکن وہ بقیہ ایک ہزار درہم مہیا نہ کر سکیں لہٰذا اس کے بدلے میں انہوں نے ہار کے دو ٹکڑے جن کی مالیت ایک ہزار درہم تھی، نقد کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیئے اور پیغام بھجوایا کہ ان کے عوض میرے شوہر کو آزاد کر دیا جائے۔ وہ ہار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ کر آبدیدہ ہو

گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مناسب سمجھو تو یہ ہار واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ ان کو رہا کر دیا گیا۔ صرف اس وعدے پر کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں جس کو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے پورا کیا۔ بعد ازاں ایسے ہی حسنِ سلوک پر فتح مکہ سے قبل حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ (جنوری 2008ء)

☆☆☆☆☆

جو تکلیف دے اُسے معاف کر دو

حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکارم اخلاق (اخلاق حسنہ کے بلند پایہ اعمال) یہ ہیں جو تکلیف دے اُسے معاف کر دو' جو تم سے لڑے تم اس سے جوڑ رکھو۔ جو تم کو محروم رکھو تم اس کو نواز دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ **خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين** ۔ ''مطلب یہ ہے کہ ظلم کا انتقام چھوڑ کر آپ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں اور نرمی کیساتھ ان کو حق کی بات بتلائیں۔'' (اتحاف السادۃ جلد 7 ص 318) تفسیر ابن کثیر میں ہے کنارہ کش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں۔ (معارف القرآن) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ عفو (معافی) سخاوت' صبر تحمل شفقت رحمت لوگوں کی حاجتیں پوری کرنا لوگوں سے محبت واخوت کا برتاؤ نرمی معاملہ یہ سب حسن اخلاق کے اعمال ہیں۔ (ص 457) شرح احیاء میں ہے لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا' نرمی سے معاملہ کرنا' مختلف طبیعتوں اور مزاجوں کی رعایت کرتے ہوئے ان سے خوشگواری کا برتاؤ کرنا حسن اخلاق سے ہے۔ (ج 7، ص 319)

یہودی کا نبی کریمؐ کا گھیراؤ اور آپؐ کا حسن سلوک

امام بیہقی نے سیدنا علیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ اشرفیاں قرض لیں۔ کچھ دن گزر گئے تو وہ یہودی تقاضے کے لیے پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس وقت میرے پاس تمہارا قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔'' یہودی نے کہا: ''جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قرض ادا نہ کریں گے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑوں گا۔'' چنانچہ ظہر کے وقت سے لیکر رات تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لیے ہوئے بیٹھا رہا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب کہ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف ہر قسم کی کاروائی کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے اسے ڈانٹ کر بھگانا چاہا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو منع فرما دیا۔ کسی نے کہا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایک یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کیے ہوئے ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، مگر مجھ کو ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔'' اسی حال میں صبح ہو گئی۔ جب اگلا روز شروع ہوا تو یہودی کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدرت رکھتے ہوئے بھی، برداشت کرتے ہیں اور طاقت ہوتے ہوئے بھی کوئی کاروائی نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ یہودی مدینہ کا نہایت مالدار آدمی تھا۔ کل تک اس نے چند اشرفیوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھیراؤ کر رکھا تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کی صفت نے اُس پر اتنا اثر کیا کہ اس نے اپنی ساری دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دی اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جس طرح چاہیں خرچ کریں۔''

کیا دنیا ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔۔۔؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جذبۂ ترحم اور صفتِ رحمت میدان جنگ میں بھی رہتا تھا۔ محدثین بتاتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے میدان بدر میں ایک پانی کا حوض اپنی ضرورت کے لیے تیار کیا تھا۔ لڑائی شروع ہونے سے قبل قریش مکہ کی فوج کے آدمی اس حوض پر پانی پینے آئے۔ صحابہ کرامؓ نے انہیں پانی لینے سے روکنا چاہا۔ جنگی حکمت عملی کا تقاضہ یہی تھا کہ انہیں پانی نہ لینے دیا جاتا اور دشمن پر ہر قسم کی خوراک کی بندش کر دی جاتی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں پانی لینے اور پینے سے منع نہ کرو۔'' کیا دنیا ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟

(فروری 2008ء)

☆☆☆☆☆

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق رواداری

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق رواداری پر مبنی جو رویہ مسلمانوں کا رہا ہے، اس کے متعلق تین واقعات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا مدینے کے یہود سے معاہدہ:

آنحضرت ﷺ کا مدینے کے یہود سے معاہدہ کرنا۔ نجران کے عیسائیوں کو آزادی کا منشور دینا اور فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کی جانب سے ایلیاء کے باشندوں کو آزادی کا منشور پیش کرنا۔ اسی طرح آذر بائیجان، جرجان اور مدائن کے شہریوں کو جو امان نامے حضرت عمرؓ نے دیے، وہ بھی ایسے ہی تھے۔ ان معاہدوں کی بنیادی شقیں یہ تھیں۔

معاہدوں کی بنیادی شقیں:

ذمیوں کی جان و مال مسلمانوں کی طرح ہے۔ ☆مذہبی اعتبار سے بھی انہیں بالکل امان حاصل ہے۔ ☆ان کا مذہب بدلا جائے گا اور نہ ہی ان کے مذہبی امور میں دست درازی کی جائے گی۔ ☆ان کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ ہی انہیں ڈھایا جائے گا اور نہ ان کے صلیبوں اور مال میں کچھ کمی کی جائے گی، اگر یہ لوگ برابر جزیہ دیتے رہیں۔ تاہم اس میں مذہبی قوانین کی حفاظت اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے اور ان کے مقدمات کے فیصلہ کرنے کی آزادی بھی شامل تھی۔

غیر مسلموں کے ساتھ زیادتی۔۔۔! کبھی نہیں:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت ابوعبیدہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو شام کی فتح کے بعد جو فرمان لکھا، اس میں یہ الفاظ تحریر تھے۔ ”مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے سے باز رکھنا اور ان کے مال و جائیداد کی حفاظت کرنا

اور تمام شرائط کو پورا کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنیادی حقوق کے حوالے سے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا تھا۔ غیر مسلموں کو جان و مال اور جائیداد سے متعلق جو حقوق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیے، اس پر پوری طرح عمل بھی کروایا۔ چنانچہ شام کے ایک عیسائی کاشت کار نے شکایت کی کہ مسلمانوں کی فوج نے اس کی کھیتی کو پامال کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فی الفور اسے دس ہزار درہم معاوضہ دلوایا اور متعلقہ حکام کو تاکیدی فرمان جاری کیا کہ غیر مسلموں پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الخراج“ میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام سے واپس آرہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اور ان کے سر پر تیل ڈالا جارہا ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جزیہ نہیں ادا کیا، اس لیے انہیں سزا دی جارہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آخر ان کا کیا عذر ہے؟ لوگوں نے کہا، غربت اور ناداری۔ فرمایا، چھوڑ دو، اور انہیں تکلیف نہ دو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”لوگوں کو تکلیف نہ دو، جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ روز قیامت انہیں عذاب پہنچائے گا “

کلید کعبہ کا واقعہ

کعبہ کی کلید برداری (حجابہ) جاہلیت کے زمانہ میں بھی نہایت عزت کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ یہ کلید برداری اور دربانی قدیم زمانہ سے ایک خاص خاندان میں چلی آرہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس خاندان کے ایک فرد عثمان بن طلحہ کعبہ مکرمہ کے دربان تھے۔ انہی کے پاس کعبہ کی کنجی رہتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ہجرت سے قبل ایک بار رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر اللہ کی عبادت کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن طلحہ سے جو اس وقت تک ابھی حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے، بیت اللہ کی چابی مانگی تا کہ اس کا دروازہ کھول کر اس کے اندر جائیں اور رب قدوس کے حضور سر نیاز جھکا سکیں، لیکن عثمان بن طلحہ نے کنجی دینے سے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار کیا بلکہ کچھ نازیبا الفاظ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عثمان! کسی روز تم دیکھو گے کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ یہ سن کر عثمان بن طلحہ نے کہا ''وہ دن قریش کی تباہی اور رسوائی کا دن ہو گا'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں بلکہ اس روز وہ آباد اور باعزت ہوں گے'' اس کے بعد چشم آفتاب نے وہ وقت دیکھا کہ مکہ فتح ہوا اور نہ صرف بیت اللہ کا بلکہ شہر مکہ کا تمام اختیار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے بیت اللہ تشریف لے گئے۔ کعبہ کا سات بار طواف کیا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن طلحہ کو بلایا۔ (ایک روایت کے مطابق عثمان بن طلحہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانہ میں مسلمان ہو چکے تھے)۔ آپ نے ان سے چابی لی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر بیت اللہ کے اندر رہے اور وہاں جو بت تھے ان کو اپنے ہاتھ سے توڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ سے باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اس کی چابی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے تھے: {اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا} ترجمہ ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہلوں کے سپرد کرو'' اس وقت آپ کے چچا زاد بھائی اور داماد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کی رحمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہو، ہم بنو ہاشم کو پہلے سے زائرین کعبہ کو پانی پلانے (سقایہ) کی خدمت حاصل ہے۔ اب کعبہ کی کلید برداری کی خدمت بھی ہمیں ہی دے دیجئے۔ یہ ایک بہت بڑی خدمت تھی جو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کو جا رہی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو اسی وقت کعبہ کی چابی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیتا بلکہ ایک روایت میں یہ ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش بھی یہی تھی۔ لیکن حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟'' ان کو بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کی چابی انہیں اپنے ہاتھوں سے دیتے ہوئے فرمایا: ''اے عثمان! اپنی چابی لو، آج وفا اور حسن سلوک کا دن ہے۔ اس کو لو، یہ تمہارے خاندان میں ہمیشہ موروثی طور پر رہے گی۔ ظالم کے سوا کوئی بھی تم سے اس کو نہیں چھینے گا'' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق کی ادائیگی اور امانتوں کی واپسی کے معاملہ میں مسلمانوں کو اتنا زیادہ پابند ہونا چاہیے کہ اگر صاحب حق کی طرف سے تلخی کا مظاہرہ ہو تب بھی جس کا جو حق ہے وہ اس کو پورا پورا ادا کر دیا جائے۔ حقوق کی ادائیگی میں کسی حال میں بھی کوتاہی نہ کی جائے خواہ وہ اپنی طبیعت کے کتنا ہی خلاف ہو۔ ''جو تم سے کٹے تم اس سے جڑو۔ جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو اور جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (مئی 2008ء)

☆☆☆☆☆

بُرا کرنے والوں کو بھی اُف نہ کہا

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ’’تم لوگ امعہ نہ بنو کہ یہ کہنے لگو کہ لوگ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی اچھا سلوک کریں گے اور لوگ برا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ ظلم کریں گے بلکہ اپنے آپ کو اس کا خوگر بناؤ کہ لوگ اچھا سلوک کریں گے تب بھی تم اچھا سلوک کرو اور لوگ برا سلوک کریں تو تم ان کے ساتھ ظلم نہ کرو۔ ‘‘ آپ ﷺ نے قرآن کی صورت میں مطلوب زندگی کا جو نقشہ دوسروں کے سامنے پیش کیا، خود آپ ﷺ اسی نقشہ میں ڈھل گئے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی لیکن کبھی آپ ﷺ نے مجھے اف تک نہ کہا اور نہ کبھی میرے کسی کام کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کی بابت بھی آپ ﷺ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے اس کو کیوں نہ کیا؟ وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

طائف کے سرداروں کو اسلام کی دعوت:

طائف مکہ کے جنوب مشرق میں 65 میل کے فاصلے پر ایک سرسبز و شاداب بستی تھی۔ یہ صحت افزا مقام بھی تصور کیا جاتا تھا، اسی وجہ سے مکہ کے رؤسا کی کوٹھیاں بھی وہاں تھیں۔ وہاں آپ ﷺ کے بعض رشتہ دار بھی سکونت پذیر تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابو طالب کی وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے خادم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ساتھ لے کر طائف پہنچے۔ اس وقت وہاں کی آبادی میں تین ممتاز سردار تھے۔ عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آپ ان تینوں سے ملے۔ لیکن ہر ایک نے آپ کا ساتھ دینے اور آپ ﷺ کی حمایت کرنے سے انکار کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: خدا نے اگر آپ ﷺ کو رسول بنایا ہو تو میں

کعبہ کا پردہ پھاڑ ڈالوں۔'' دوسرے نے کہا: ''خدا کو کیا تمہارے سوا کوئی نہ ملا تھا، جس کو وہ رسول بنا کر بھیجتا'' تیسرے نے کہا: ''خدا کی قسم، میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو تمہارا جواب دینا گستاخی ہے اور اگر تم اپنے دعوی میں جھوٹے ہو تو میرے لیے مناسب نہیں کہ میں تم سے بات کروں''۔ اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے نہایت پیار محبت اور شفقت سے ملے۔

(جون 2008ء)

☆☆☆☆☆

بے ادب اور گستاخ کو بھی نواز رہے ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موٹے کنارے والے خوشنما نجرانی چادر تھی، ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کو اس زور سے کھینچا کہ اُس کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر پڑ گئے۔ پھر اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے پاس خدا کا دیا ہوا مال ہے اسے ہمیں بھی دو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور مسکرانے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے مال دینے کا حکم فرمایا۔ (ریاض الصالحین، بخاری، مسلم)

کیا کمال ظرف اور حوصلہ ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بے ادبی اور گستاخی کرنے والے پر بھی مسکرا رہے ہیں اور اُسے نواز رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کی بارش

طائف کے سرداروں کے جوابات سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ غمگین ہوئے اور واپس ہونے کا ارادہ فرمایا۔ مگر ان لوگوں نے پھر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بخشا۔ انہوں نے بستی کے لڑکوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔ وہ گالیوں اور پتھروں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے کمبل سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آڑ میں لینے کی کوشش کی، مگر وہ آپ کو بچانے میں کامیاب نہ ہوسکے اور ان کے پتھروں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک لہولہان ہوگیا۔ بستی سے کچھ دور جا کر عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ، رؤسائے مکہ کا انگوروں کا باغ تھا۔ یہاں پہنچتے پہنچتے شام ہوگئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ میں پناہ لی۔

الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمین پر:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زخموں سے چور تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ وہ دعا بھی عجیب تھی۔ جن لوگوں نے اتنی تکلیف دی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ ان کے لیے بد دعا کی جاتی اور ایسی بد دعا کی جاتی کہ ان کی نسلیں یاد کرتیں۔ لیکن محدثین بتاتے ہیں کہ اس حال میں بھی رحمت مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے دشمنوں کے لیے بد دعا نکلتی ہے نہ اپنے مالک و مولیٰ سے شکایت کا ایک حرف زبان پر آتا ہے۔ نہ اس ایمان و یقین میں کوئی تزلزل واقع ہوتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اُٹھتے ہیں اور یہ فریاد زبان پر جاری ہوتی ہے۔ ''یا الٰہی! میں تجھ سے ہی فریاد کرتا ہوں کہ میرے پاس نہ طاقت ہے، نہ حیلہ، لوگوں کے لیے میں کوئی چیز نہیں۔ اے ارحم الرحمین! تو کمزوروں عاجزوں کا وارث، تو میرا بھی مالک و مولا، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ بیگانے غیر کے، جو خشم ناکی و درشتی آئے؟ یا اس دشمن کے جسے تیری قدرت نے میرے حال پر

قابو عطا کیا؟ مگر مالک اگر تو مجھ پر ناخوش نہیں تو مجھے کسی بات کی پروا نہیں۔ تیری عافیت کا دامن ہی میرے لیے کشادہ تر ہے۔ میں تیرے رخ انور کی ضیاء میں پناہ مانگتا ہوں جس سے تاریکیاں اور ظلمتیں مطلع انوار اور امور دنیا وآخرت خوش گوار ہوجاتے ہیں۔ اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیرا عتاب مجھ پر آئے، (میری طرف سے) تسلیم ورضا تیرے لیے ہے۔ جب تک تو راضی نہ ہوجائے، اور مولا قوت و طاقت جو ہے سو پس وہ تیری ذات کی'' خداوند قدوس نے اپنے بندۂ حبیب کی پکار کو سنا اور فرمایا: ترجمہ ''صبر کر جیسے پہلے صاحب عزیمت رسولوں نے صبر کیا'' (سورۂ احقاف آیت نمبر (35)

طائف کے واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تکلیف اٹھانا پڑی لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ اللعالمین ہیں، نے بجائے ان لوگوں کے لیے بد دعا کرنے کے اس طرح دعا کی ''الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر''

خادمین کے ساتھ حسن سلوک:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حدیث درج کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ سرکار ِمدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو مارا اور نہ کسی دوسرے کو اپنے ہاتھ سے مارا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو لینے کا اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسان کو اختیار کیا الا یہ کہ وہ گناہ ہو۔ جو چیز گناہ ہوتی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ دور رہنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواہ کوئی تکلیف پہنچائی گئی ہو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا الا یہ کہ اللہ کی حرمتوں کو توڑا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی خاطر اس کا بدلہ لیا ہو۔ (جولائی 2008ء)

اِدھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور مینہ برسنا شروع

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں زبردست قحط پڑا۔ لوگوں نے ہڈیاں اور چمڑے کھانے شروع کر دیئے اور بقول شیخ سعدی ''یاراں فراموش کردند عشق'' اس زمانہ میں ابوسفیان ابھی حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور کہا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم لوگوں کو صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو۔ خود تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اپنے خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے۔ ابو سفیان اس وقت دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دشمن اسلام تھا۔ کوئی اور ہوتا تو ابوسفیان کو دھتکار دیتا کہ تم نے کون سا نیک سلوک میرے ساتھ کیا ہے۔ پھر خود مشرکین مکہ کی ایذا رسانی اور اذیتیں انسانیت کی حدود کو پھلانگ گئی تھیں لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بات سن کر فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی واپس لوٹانا پسند نہ فرمایا۔ دعا قبول ہوئی اور اس قدر مینہ برسا کہ قحط دور ہو گیا۔

غیر مسلم مہمان اور نبی کریم ﷺ کی انوکھی مہمان نوازی:

ایک مرتبہ ایک کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ رات کو سوتے ہوئے اس کے پیٹ میں کچھ گڑ بڑ ہو گئی اور بستر ہی پر پاخانہ نکل گیا۔ صبح کو شرمندگی کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہی وہ اٹھ کر چلا گیا۔ راستہ میں یاد آیا کہ جلدی میں وہ اپنی تلوار وہیں بھول آیا ہے۔ تلوار لینے کے لیے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم خود بستر کو دھو رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ دوڑے اور عرض کرنے لگے: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہ کام کیے دیتے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''نہیں

نہیں وہ شخص میرا مہمان تھا اور مجھے ہی یہ کام کرنا چاہیے۔'' پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس شخص پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بھائی، تم اپنی تلوار یہیں بھول گئے تھے۔ اسے لے جاؤ۔'' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر اس شخص کے دل سے کفر و شرک کے دبیز پردے اسی وقت دور ہو گئے اور وہ فوراً مشرف با سلام ہو گیا اور اپنے گناہوں سے معافی مانگی۔

(اگست 2008ء)

☆☆☆☆☆

جھگڑے کو چھوڑنے والے کیلئے جنت میں محل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا وہ غلط تھا اس کیلئے محل جنت کے شروع میں ہوگا اور جس نے جھگڑے کو ختم کر دیا باوجود یہ کہ وہ حق پر تھا اس کے لیے جنت کے بیچ میں محل بنایا جائے گا اور جس نے عمدہ اخلاق اختیار کیے اس کیلئے جنت کے بلند و بالا حصے میں محل بنایا جائے گا۔

(مجمع الزوائد ج 1، ص 66)

قاتلوں، ظالموں کیلئے عام معافی کا اعلان

اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہجرت کا وہ نازک وقت یاد آیا۔ جب دشمنوں نے رات بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اب اسی شہر میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکمانہ اقتدار بخشا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتدار کے نشہ میں بھی کسی متنفس پر زیادتی نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک بے گناہ شخص جنید بن اکوع جو مسلمانوں کے ہاتھوں غلطی سے مارا گیا تھا، اس کی دیت سو اونٹ اس کے وارثوں کو ادا کیے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ صرف چند افراد ایسے تھے کہ ان کے جرائم کی نوعیت نہایت سنگین تھی، ان کیلئے یہ فیصلہ ہوا کہ موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا کہ ان میں سے جو شخص جہاں بھی ملے اس کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ خانہ کعبہ کے غلاف ہی کو پکڑ کر کیوں نہ کھڑا ہو۔ پھر ان سولہ میں سے تیرہ کی جان بخشی کر دی گئی۔ صرف تین آدمی مارے گئے۔ ان تین آدمیوں میں سے دو آدمی ایسے تھے جنہوں نے مدینہ طیبہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پناہ لی تھی اور پھر لوگوں کو قتل کر کے مکہ بھاگ آئے تھے۔ تیسرے آدمی حارث بن نفیذ نے بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو سخت اذیتیں دی تھیں۔

تین خطرناک ترین مجرموں کو ڈھونڈ کر معافی دی:

اتنے بڑے شہر میں جہاں قدم قدم پر وہ لوگ موجود تھے جنہوں نے نہ صرف مکی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا جینا دوبھر کیا

ہوا تھا اور ہر قسم کی اذیتیں آپ کو دے چکے تھے بلکہ مختلف جنگوں میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عرصہ حیات تنگ کیا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے تھے۔ صرف تین آدمی مجرم قرار پائے اور باقی سب معاف کر دیئے گئے۔ ان معافی پانے والوں میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی وغیرہ شامل تھے۔ ابولہب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ وہ خود تو جہنم رسید ہو چکا تھا لیکن اس کے بیٹے موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا خیال آیا۔ وہ خوف کے مارے روپوش ہو گئے تھے کیونکہ انہیں اپنے اور اپنے ماں باپ کے جرائم کی فہرست یاد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تلاش کروایا اور ان سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حسن سلوک دیکھ کر وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

(ستمبر 2008ء)

☆☆☆☆☆

حسن سلوک سے کل کا دشمن آج کا سپہ سالار

فتح مکہ کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اس کے گھر کو وہ درجہ دیا گیا جو ایک پناہ گاہ کا درجہ ہوتا ہے اور جو اس وقت بیت اللہ کو دیا گیا تھا۔ بیت اللہ میں جو داخل ہوگا اس کو بھی امان ہے اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا، اسے بھی امان ہے۔ حالانکہ ابوسفیان نے سوائے جنگ بدر کے اسلام کے خلاف قریش مکہ کی ہر جنگ میں قیادت کی اور سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیئے۔ یہ وہی ابوسفیان تھے جنہوں نے ایک دفعہ ایک بدو کو بہت بڑی رقم کا لالچ دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل پر متعین کیا۔ یہ بدو جب مدینہ پہنچا تو مسجد نبوی ﷺ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قبیلے کے وفد سے مصروف گفتگو تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدو کو دیکھ کر اہل مجلس سے فرمایا کہ یہ آدمی میرے قتل کے ارادہ سے یہاں آیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے پکڑ لیا، تلاشی لی تو اس کے کپڑوں سے ایک خطرناک خنجر برآمد ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدو سے فرمایا: ”تم سچ سچ ساری بات بتا دو تو چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ یہ لوگ اگرچہ دشمن تھے لیکن نبوت کے مزاج سے واقف تھے کہ زبان سے نکلی ہوئی ہر بات سچی اور ہر وعدہ پکا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے بے کم و کاست ساری حقیقت بیان کر دی۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے کر فرمایا: ”جہاں چاہو چلے جاؤ“ اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر وہ بدو فوراً مسلمان ہو گیا۔ (اکتوبر 2008ء)

☆☆☆☆☆

شانِ رحمت! قیدی بھی مسرور و شادمان

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شانِ رحمت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرابت دار قیدیوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کی ممانعت فرما دی۔ ایک گھرانے یا خاندان کے تمام ارکان کو ایک ہی جگہ ٹھہراتے اور یہ گوارا نہ فرماتے کہ کسی گھرانے کے افراد اپنے اقرباء سے علیحدہ ہو جائیں۔ (ابن ماجہ) اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ باپ بیٹا، بہن بھائی، شوہر بیوی، اکھٹے رہ کر مسرور و شاداں اور ایک دوسرے سے مانوس رہتے۔ وہ جن صحابہ رضی اللہ عنہ کو تقسیم کیے جاتے وہ اُن کے لیے گھر کے دوسرے افراد کی حیثیت رکھتے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ کی پاکیزگیٔ اخلاق کے باعث یہ مجلس ان اسیروں کے لیے بہترین تربیت گاہ ثابت ہوئی۔

صحابی کا حسن سلوک! غیر مسلم ماں کو بچے سے ملا دیا:

غزوَہ روم کے ایّام میں بہت سے قیدی کسی مسلمان افسر کی نگرانی میں بحری سفر کر رہے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو دیکھا کہ ایک قیدی عورت زار و قطار رو رہی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے رونے کا سبب دریافت کیا تو بتایا گیا کہ اس کا بچہ اس سے چھین لیا گیا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بذاتِ خود گئے اور لڑکے کو لا کر عورت کے حوالے کر دیا۔ افسر نے امیر المومنینؓ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی۔ وہاں سے باز پرس ہوئی تو انہوں نے جواب دیا کہ شفیقِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالمانہ طریقہ کی بڑی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ (مسند امام احمد)

باپ بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنے والے پر لعنت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی جو باپ اور اس کے بیٹے میں اور دو بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالے (مشکوۃ بحوالہ ابن ماجہ و دارقطنی) یاد رہے کہ پہلے

زمانہ میں عرب اور اس کی ملحقہ سرزمینوں کے غیر مسلموں کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے یہ رواج تھا کہ وہ بسا اوقات اپنے اہل وعیال اور مال مویشی کو بھی اس خیال سے محاذِ جنگ میں لے جاتے تھے کہ ان کی موجودگی میں اپنی جانوں پر کھیل جائیں اور پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں۔ ایسی حالت میں اگر محاربین قتل ہوجانے یا مغلوب ہونے کے بعد اسیر ہوجاتے تو ان کے اہل وعیال بھی دوسرے اموالِ غنیمت میں شامل کر لیے جاتے۔ (نومبر 2008ء)

☆☆☆☆☆

حسن اخلاق سے بلند درجات

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی بعض اوقات عبادت گزار نہ ہونے کے باوجود جنت کے بلند درجوں کو عمدہ اخلاق کی وجہ سے حاصل کرلیتا ہے اسی طرح جہنم کے نچلے درجے کو بُرے اخلاق کی وجہ سے حاصل کرلیتا ہے۔ (اتحاف جلد 7، ص 324)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا چار عادتیں انسان کو بلند درجات پر پہنچا دیتی ہیں گو اس کا عمل (عبادت) کم ہو۔ 1۔ حلم، 2۔ سخاوت، 3۔ تواضع۔ 4۔ حسن اخلاق۔

ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوئی شخص بلند و بالا درجات بغیر حسن اخلاق کے نہیں پاسکتا۔

دشمنوں کے ساتھ اپنی شایان شان سلوک

انبیاء علیہم السلام کو محاسن اخلاق کے تمام انواح و اصناف میں کمال کا درجہ حاصل تھا۔ یہ نفوسِ قدسیہ کوئی کام عام انسانی جذبہ کے تحت نہیں کرتے بلکہ دوست دشمن ہر ایک سے وہی سلوک کرتے تھے جو ان کے شایان شان ہوتا۔ دشمن سے انتقام لینا فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے لیکن انبیاء علیہم السلام عموماً اور سید الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ خصوصاً جن اخلاق سے متخلق تھے۔ سرور کون و مکان ﷺ کی یہ حدیث ان کی شارح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کوئی مجھ پر ظلم کرے میں اس کو قدرت انتقام کے باوجود معاف کر دوں۔ جو مجھ سے قطع کرے۔ میں اس کو ملاؤں۔ جو مجھے محروم رکھے میں اس کو عطا کروں۔ غضب اور خوشنودی دونوں حالتوں میں حق گوئی کو شیوہ بناؤں۔ تنگدستی اور فارغ البالی میں میانہ روی اختیار کروں۔ خلوت اور جلوت میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ رزین)

فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا حکم:

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو حکم ہوا کہ فرعون شاہ مصر کے پاس جا کر اسے اللہ کی طرف بلائیں۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام سخت مزاج رکھتے تھے۔ ارشاد ہوا: ”فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کرنا“ طٰہٰ 44) اور چونکہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نہایت حلیم اور نرم خو تھے آپ کو حکم دیا گیا۔ ”اے نبی! اسلام کے دشمنوں سے (بالسنان) اور مخفی دشمنوں سے (باللسان) جہاد کرتے رہیے اور ان پر سختی کیا کیجئے۔ (توبہ 73)

ایذا رسانی کے مقابلہ میں انتہائی درجہ کا عفو و اغماض:

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ گو آپ ﷺ کو تشدد و تغلیظ کا اذن دیا گیا

لیکن پھر بھی ان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باب **عفوو رحمت و استغفار** ہی کھلا ہوا تھا۔ آپ دشمنوں کے حق میں دعا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ: ''اگر آپ ان کیلئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ اُن کو نہ بخشے گا۔ (توبہ 80) اور یہ دشمنوں کی ایذا رسانی کے مقابلہ میں انتہائی درجہ کا عفوو اغماض ہے۔ (ابن ہشام)

(جنوری 2009ء)

☆☆☆☆☆

اسلام کے بدترین دشمن کیساتھ حسن سلوک

قبائل میں جو اسلام کے شدید ترین دشمن تھے، قبیلہ بنو حنیفہ عداوت میں پیش پیش تھا۔ مسیلمہ کذاب نے آئندہ چل کر اسی قبیلہ میں نبوت کا دعوٰی کیا تھا۔ جن ایام میں عرب کا ہر ایک قبیلہ پرچمِ اسلام کے نیچے جمع ہو رہا تھا اگر کسی قبیلہ نے اخیر تک سرتابی کی تو وہ بنو حنیفہ کا قبیلہ تھا۔ ثمامہؓ بن اُثال حاکم یمامہ اس قبیلہ کے ایک بڑے سردار تھے۔

ثمامہؓ کا گرفتار ہو کر مدینہ آنا:

اتفاق سے ثمامہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے، گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور مسجد کے ستون سے باندھ دیے گئے۔ اس کے بعد حبیب رب العالمین ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا ثمامہ! کیا حال ہے؟ بولے، اے محمد ﷺ! اگر آپ ﷺ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کی جان لیں گے اور اگر احسان کر کے چھوڑ دیں گے تو ایک احسان شناس پر احسان کریں گے اور اگر زر فدیہ چاہیں تو جس قدر مال و دولت آپ چاہیں حاضر کرنے کو تیار ہوں۔”

ثمامہؓ کی رہائی:

یہ سن کر آپ ﷺ مراجعت فرما ہوئے، دوسرے دن بھی یہی گفتگو ہوئی لیکن ان کے متعلق کوئی فیصلہ کیے بغیر آپ ﷺ لوٹ آئے۔ تیسرے دن پھر تشریف لے گئے اور مزاج پرسی کی۔ ثمامہ نے کہا اگر آپ ﷺ مجھے چھوڑ دیں تو عمر بھر احسان مند رہوں گا اور اگر زر فدیہ کی خواہش ہو تو جتنے مال کا مطالبہ کرو، دینے کو تیا رہوں۔” یہ سن کر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہؓ کو آزاد کر دو۔

ثمامہؓ پر لطف و کرم کی بارش:

اس خلاف توقع لطف و کرم پر ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت متاثر ہوئے۔ آزاد

ہوتے ہی ایک باغ میں جو مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھا، پہنچے غسل کر کے مسجد میں واپس آئے اور بولے میں اس امر کا شاہد ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! قبول اسلام سے پہلے روئے زمین پر مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی سے نفرت و عداوت نہ تھی (معاذ اللہ) لیکن اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی محبوب نہیں۔ کل تک میں دین اسلام کو مذاہبِ عالم میں بدترین مذہب سمجھتا تھا لیکن آج میری نظر میں مذاہبِ عالم میں سب سے بہترین دین اسلام ہے۔ اسی طرح شہر مدینہ میرے نزدیک دنیا کے تمام بلاد میں سب سے زیادہ نفرت انگیز جگہ تھی لیکن اب یہی میرے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ مقام ہے۔ (بخاری و مسلم)

(فروری 2009ء)

☆☆☆☆☆

حسن سلوک! قیدی آزادی کے بعد بھی نہ جاتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق پرست صحابہ رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیے ان کا یہ اثر ہوا کہ اکثر قیدی حصولِ آزادی کے بعد وطن جانا پسند نہ کرتے بلکہ مسلمان ہو کر ہمیشہ کے لیے مسلمانوں ہی میں رہ جاتے تھے۔ یہ اس لیے کہ قیدی کو کچھ مدت بحالتِ قید مسلمانوں کی تہذیب اخلاق اور حسنِ معاشرت کے مطالعہ کا موقع ملتا تھا۔ غزوۂ بدر سے پہلے اور اسکے بعد معاہدہ حدیبیہ تک اہل مکہ اور مسلمانوں میں حالتِ جنگ قائم تھی۔ قریش جہاں پاتے، مسلمانوں کو لوٹ کر قید کر لیتے۔ مسلمان بھی اس کے جواب میں مکہ والوں سے یہی سلوک کرتے۔ غزوۂ بدر کے بعد قریش نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ قریش نے حکم کے چھڑوانے کے لیے زرِ فدیہ بھیجا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ قریش کی قید میں تھے لہذا اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حَکم بن کیسان سے فرمایا کہ جب تک سعد رہا نہ کیے جائیں گے تم کو مخلصی نہ مل سکے گی۔ یہ دیکھ کر اہل مکہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حَکم بن کیسان کی رہائی کا حکم دے دیا۔

حَکم نے جسمانی قید سے تو مخلصی پائی لیکن چونکہ ایام اسیری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے تقویٰ و طہارت اور خدا پرستی کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے لہذا اسلام کا طوق غلامی گلے میں ڈال کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں رہنے لگے۔ (دسمبر 2008ء)

قتل کی نیت سے آنے والے جانثار بن گئے

مدینہ منورہ میں بدر کے اسیرانِ جنگ مختلف صحابہ کے گھروں میں رکھے گئے تھے اور شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ جو کوئی اپنے قیدی کو بلا فدیہ آزاد کرنا چاہے وہ ہر طرح سے اس کا مجاز ہے۔ چنانچہ ایک قریشی قیدی مطلب بن حرث مخزومی انصار کے قبیلہ بنوخزرج کی حراست میں تھا۔ انہوں نے اس کو فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیا اور وہ مکہ معظّمہ پہنچ گیا۔ ایک قیدی صیفی بن ابورفاعہ مخزومی تھا جب مکہ معظّمہ سے کوئی شخص اس کا فدیہ لے کر نہ آیا تو اس نے وعدہ کیا کہ اگر مجھے چھوڑ دو تو میں مکہ پہنچ کر خود اپنا فدیہ بھیج دوں گا۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کو رہا کر دیا لیکن مکہ پہنچ کر اس نے کچھ نہ بھیجا۔

وہب بن عُمیر کی رہائی:

عمر بن وہب جمحی کا بیٹا بھی جس کو وہب بن عمیر کہتے تھے اسیرانِ بدر میں داخل تھا۔ جب غزوۂ بدر کے بعد عمیر رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی نیت سے مدینہ منورہ آئے اور آپ کی جاں ستانی کے بجائے خود ہزار جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار بن گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے بیٹے کو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہب بن عمیر کو بھی رہا کر دیا گیا۔ معاویہ بن مغیرہ اموی (جو خلیفہ عبدالملک بن مروان کا نانا تھا) جنگ بدر میں قید ہوا تھا۔ شفیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لیے بغیر چھوڑ کر اس پر بھی احسان کیا لیکن یہ احسان فراموش جنگ اُحد میں پھر مسلمانوں کے مقابلے پر آموجود ہوا۔ آخر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اس کو زندگی کی رسوائی سے نجات بخشی۔ ان کے علاوہ جو جو قیدی مفلس و نادار تھے اور ان کا فدیہ لے کر کوئی نہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ وہ ممنون احسان ہو کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائیں دیتے ہوئے مکہ واپس گئے۔ (سیرت ابن ہشام) (مارچ 2009ء)

عمرہ کیلئے حضرت ثمامہؓ کا مکہ آنا

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کی جفا کاریوں کے جواب میں ان کے ساتھ جو سلوک کیا وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حصہ تھا۔ شہر مکہ میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی، ہر چیز باہر سے آتی ہے لہٰذا وہاں غلہ یمامہ سے آتا تھا۔ یمامہ کے حاکم حضرت ثمامہؓ بن اثال نے مشرف با اسلام ہونے کے بعد بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گزارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آپ کے سواروں نے اس وقت گرفتار کیا جب میں عمرہ کی نیت سے عازم مکہ تھا۔ اب آپ کیا حکم دیتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اب جا کر عمرہ کرلو چنانچہ وہ اس غرض سے وارد مکہ ہوئے۔

حضرت ثمامہؓ کو بے دینی سے مطعون کرنا

جب عمائدین قریش کو معلوم ہوا کہ ثمامہؓ بت پرستی سے بیزار ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں تو ان کو تبدیلی مذہب پر عار دلانے اور بے دین کہہ کر پکارنے لگے۔ حضرت ثمامہؓ نے غصہ سے کہا کہ بے دین تو تم ہو جو رب العالمین کی جگہ پتھروں کو پوجتے ہو۔ میں نے تو دنیا کا سچا آسمانی دین قبول کیا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگے، اے اہل مکہ! کان کھول کر سن لو کہ آئندہ جب تک محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت نہیں ہوگی، یمامہ کے اناج کا ایک دانہ بھی مکہ میں نہ آنے پائے گا (بخاری ومسلم)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آستانے سے کبھی کوئی محروم نہ گیا:

جب حضرت ثمامہؓ ارض حرم سے یمامہ واپس گئے تو انہوں نے مکہ معظّمہ کی طرف غلہ کی برآمد یک لخت بند کر دی۔ اس بندش سے بلد الامین میں اناج کا قحط پڑ گیا اور دشمنان دین میں کہرام مچ گیا۔ آخر قریش نے سخت اضطراب اور بدحواسی کے

عالم میں اسی مرجع خلائق آستانہ کی طرف رجوع کیا جہاں سے کبھی کوئی حاجت مند اور سائل محروم نہیں گیا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحم آ گیا اور آپؐ نے ثمامہؓ کے نام پیغام بھیجا کہ بندش اٹھا لو چنانچہ پھر حسب معمول اناج کی روانگی شروع کر دی گئی۔

(اپریل 2009ء)

☆☆☆☆☆

غیر مسلم بیمار کی عیادت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب کے درد کا احساس تھا اس لیے اگر کوئی غیر مسلم بھی بیمار ہوتا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خادم یہودی تھا جو بیمار ہو گیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ (صحیح بخاری)

ابولہب کے بیٹوں پر شفقت

فخر کونین حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابولہب بن عبدالمطلب کی عداوتیں اظہر من الشمس ہیں۔ یہ واحد ایسا بد نصیب تھا کہ جس کا نام لیکر قرآن نے ہلاکت کی خبر دی۔ لسان وحی نے سورہ لہب میں اس خسران ابدی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ابولہب کا چھوٹا بیٹا عتیبہ ہجرت سے پہلے ہی اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا۔ ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب فتح مکہ کے بعد تک موجود تھے۔ فتح مکہ کے دوسرے دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابولہب کے بیٹوں کا خیال آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے محترم چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا کہ آپ کے بھتیجے عتبہ اور معتب ابولہب کے بیٹے کہیں دکھائی نہیں دیئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے التماس کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ بھی دوسرے مجرموں کی طرح کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ فرمایا! جاؤ اور کہیں ملیں تو لے آؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان کی تلاش میں نکلے اور دونوں کو ڈھونڈ کر کہا چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یاد فرمایا ہے۔ یہ دونوں چچا کے ساتھ برادر معظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حال پر شفقت فرمائی۔ انہوں نے مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ ان کے مشرف بایمان ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان لائے اور کچھ دعا فرمائی۔ مراجعت کے وقت رخ انور وفور فرح وانبساط سے چمک رہا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ عرض پیرا ہوئے یارسول اللہ! خدائے ودود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے، اس غیر معمولی بشاشت کا کیا سبب ہے؟ فرمایا میں نے اپنے دونوں بھائیوں کو خدا سے مانگا اور اس نے اپنی رحمت سے مجھے دے دیئے۔ یہ مسرت اسی قبولیت کا نتیجہ ہے (طبقات ابن سعد) (مئی 2009ء)

خطائیں معاف، صبر اور کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ

جب کفار مکہ کا سلسلہ ایذا رسانی کسی طرح ختم ہوتا نظر نہ آیا تو مظلوم صحابہؓ میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، قدامہ بن مظعونؓ، مقداد بن اسودؓ اور چند دوسرے اخیار رضی اللہ عنہم نے آستانِ نبوت میں حاضر ہو کر التماس کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب ہم مشرک تھے تو سب ہمارا اعزاز و اکرام کرتے تھے اور ہماری طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن جب سے ہم نے دین حق کی پیروی اختیار کی ہے ہمیں سخت ایذائیں دی جاتی ہیں اور ہماری سخت تحقیر ہوتی ہے۔ اس لیے اگر حکم ہو تو ہم بھی اشرار اور معاندین سے نمٹ لیا کریں۔ شفیق انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے تو یہی حکم ہے کہ ان کی خطاؤں کو معاف کروں پس صبر کرو اور کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ اور اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دو۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی طرح انتقام کی اجازت نہ دی (نسائی)

معاف کر دینے کی تلقین:

حضرت سلمہ بن اکوع صحابیؓ کا بیان ہے کہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غابہ کی طرف جا رہا تھا جب پہاڑی پر پہنچا تو مجھے عبدالرحمن بن عوفؓ کا ایک غلام ملا۔ میں نے پوچھا تم یہاں کہاں؟ اس نے کہا قزاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی لے گئے ہیں اور میں ان کی تلاش میں آیا ہوں۔ میں نے پوچھا کون لوگ لے گئے ہیں؟ غلام نے کہا غطفان اور فزارہ کے آدمی۔ یہ سن کر میں تین مرتبہ بلند آواز سے چلایا ‘ہم صبح کے وقت لٹ گئے، اس کے بعد میں غلام کی نشاندہی پر دوڑا اور ان کو جا لیا۔ حضرت سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے یہ رجز پڑھتے ہوئے ڈاکوؤں پر تیر باری شروع کر دی: ‘میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کا دن دشمنوں کی ہلاکت کا دن ہے، ڈاکو تیر باری

کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نے اونٹنی لی اور اس کو ہانک کر واپس لایا۔ راستہ میں حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس سے پیشتر کہ قزاق اس کا دودھ پی سکیں، میں نے اونٹنی واپس لے لی۔ اب چند آدمیوں کو ان کے تعاقب میں بھیج دیجئے کہ ان کو گرفتار کر لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابن اکوع! جب تم دشمن پر قابو پاؤ تو اس کو معاف کر دیا کرو (بخاری)

(جون2009ء)

☆☆☆☆☆

دندان مبارک شہید کرنیوالوں کیلئے مغفرت کی دعا

غزوہ احد میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے چار دانت شہید ہوئے تھے اور سر مبارک اور چہرہ انور زخمی ہو گیا تھا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرامؓ عالم اضطراب میں عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ ان دشمنان دین (قریش) پر بد دعا کرتے تا کہ دنیا ان کے خار وجود سے پاک ہو جاتی اور ان کی جفا کاریوں کا سلسلہ ختم ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں لعنت اور بد دعا کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ لوگوں کو راہ حق کی طرف بلانے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ آخر جب بار بار کہا گیا کہ قریش کی تعدیاں اب حد سے بڑھ گئی ہیں تو آپ نے ان کے حق میں یہ دعا کی۔ الٰہی! میری قوم کو بخش دے کہ یہ لوگ بے خبر ہیں۔ جنگ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک میں خود کے دونوں حلقے پیوست ہو گئے تھے اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے دانتوں سے ان کو نکالا تھا جب ایک حلقے پر دانتوں کو جما کر اوپر کو کھینچا تو زیادہ زور لگانے کی وجہ سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور جب دوسرا حلقہ نکالنے کیلئے زور لگایا تو ایک اور دانت نکل آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے التماس کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دشمنوں کے حق میں بد دعا کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بھی یہی دعا کی الٰہی! میری قوم کو بخش دے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں (بیہقی فی الشعب) یعنی جو کچھ کر رہے ہیں ناواقفیت کی بنا پر کر رہے ہیں۔ (جولائی 2009ء)

☆☆☆☆☆

ہجرت سے پہلے کفار مکہ کا ظلم

ہجرت سے پہلے کفار مکہ سید عالم ﷺ پر اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں پر وہ وہ ظلم ڈھاتے رہے تھے کہ جس کی داستان نہایت دردناک ہے۔ تاہم آپ نے اعداء سے ان تعدیوں کا کوئی انتقام نہ لیا بلکہ ان کے حق میں دُعائے خیر کر کے ان کے رفع مصائب کی کوشش فرمائی۔ ہجرت کے بعد اللہ پاک نے ان بداعمالیوں کی پاداش میں قریش پر ایسا قحط مسلط کیا جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سالہ قحط مصر میں پڑا تھا۔ بارش بالکل بند رہی اور مضافات میں بھی سبزے کا نام ونشان نہ رہا۔ اس قحط نے حالت اتنی زبوں کر دی کہ قریش چمڑا، مُردے اور مُردار تک کھانے لگے۔ قاعدے کی بات ہے کہ گرسنگی اور خشکی کی شدت میں جو یعنی آسمان و زمین کی درمیانی فضا میں آنکھوں کے سامنے دھواں سا دکھائی دیتا ہے جب اہلِ مکہ اوپر کو نظر اٹھاتے تو تمام فضاء دھوئیں سے معمور دکھائی دیتی۔

کفار قریش کے حق میں رحمت عالم ﷺ کی دعا:

جب اہل مکہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے تو ان کے سردار ابوسفیان بن حرب کو اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ اسی بارگاہ معلّٰی کی طرف رجوع کریں جہاں سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں ہوا۔ چنانچہ ابوسفیان مدینۃ الرسول ﷺ پہنچے اور منتیں کرتے ہوئے آپ ﷺ سے ملتجی ہوئے کہ محمد ﷺ! آپ ﷺ کی قوم قحط اور امساکِ باراں سے ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ ان کی رفعِ مشکلات کیلئے دعا فرمائیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخش کر فی الفور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ پاک نے اہلِ مکہ کو اس مصیبت سے نجات بخشی۔ (صحیح بخاری وغیرہ) بخاری کی دوسری روایت ہے کہ ابوسفیان نے (بطور دفع الوقتی) قریش

کے قبول اسلام کا بھی وعدہ کیا تو حاملِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ اگر ہم ان سے عذاب اٹھا لیں گے تو یہ پھر حالتِ سابقہ پر عود کر آئیں گے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی اور وہ عذابِ قحط دور ہو گیا لیکن قریش کی شقاوت پھر عود کر آئی۔ اس لئے خدائے شدید العقاب نے ان کو غزوہ بدر میں اس سرتابی کی سزا دی۔

(اگست 2009ء)

☆☆☆☆☆

شہوت پرستوں کیلئے بھی دعائیں

حضرت طفیل بن عمرو دَوسیؓ نے مشرف با اسلام ہونے کے بعد اپنے قبیلہ میں جا کر اسلام کی دعوت دی تھی اور دَوس نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ وہ یمن سے مدینہ منوّرہ پہنچ کر آستانِ نبوت پر حاضر ہوئے اور التماس کی یارسول اللہ! قبیلۂ دوس کی شہوت پرستی میری تبلیغی جدوجہد پر غالب آ گئی ہے۔ آپ ﷺ ان کیلئے بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے بددُعا کی جگہ یہ دعا کی: **اللھم اھد دوسا** (یا اللہ دوس کو سیدھی راہ پر لگا)۔ اس کے بعد فرمایا کہ اپنی قوم میں واپس جاؤ اور انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہو اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ چنانچہ انہوں نے جا کر دوبارہ تبلیغ کا سلسلہ شروع اور اپنے مساعی میں کامیاب ہوئے۔ **(سیرت ابنِ ہشام)**

مادرِ ابوہریرہؓ کی سعادت ایمانی:

اعداء کے حق میں دعائے خیر کا ایک واقعہ مادرِ ابوہریرہؓ کا قبول اسلام سے متعلق ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں ان کو اسلام کی طرف بلایا کرتا تھا لیکن انہیں قبول اسلام سے سخت انکار تھا۔ ایک دن جب میں نے ان کو قبول اسلام کی ترغیب دی تو انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کو بہت برا بھلا کہا اور آپ ﷺ کی سخت توہین کی۔ مجھے اس توہین کا اتنا صدمہ ہوا کہ میں بدحواس ہو گیا اور اس حالت میں آستانِ نبوت میں حاضر ہوا کہ میری آنکھوں سے سیل اُشک رواں تھا۔ میں نے استدعا کی یارسول اللہ! مادرِ ابوہریرہؓ کیلئے ہدایت کی دعا کیجئے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں اس دُعائے ہدایت کے بعد نہایت فرحاں وشاداں اپنے گھر کو لوٹا، جب گھر پہنچا تو دروازہ بند پایا۔ میری ماں نے میرے پاؤں کی آہٹ سن کر اندر سے کہا کہ ابھی ذرا باہر ہی ٹھہرے رہو۔ میں نے پانی گرنے کی

آواز سنی، میری والدہ غسل کر رہی تھیں۔ غسل کر کے والدہ نے جلدی سے کپڑے پہنے اور دروازہ کھول کر کہنے لگیں، ابوہریرہ! میں اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ والدہ کی زبان سے کلمہ شہادت سن کر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایسی حالت میں حاضر ہوا کہ خوشی کے مارے رو رہا تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ کے قبول اسلام کا مژدہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الحمدللہ کہا اور بہت خوش ہوئے۔ (مسلم)

(ستمبر 2009ء)

☆☆☆☆☆

”اسلام“ حسن اخلاق ہے!

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن اخلاق ہے۔ وہ یہی سوال کرتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی جواب عطا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے پانچ مرتبہ پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جواب دیا کہ وہ حسن اخلاق ہے۔ (بیہقی، جلد 6، ص 242)

ظالم یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک

نبی ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر تینوں یہودی قبیلوں سے معاہدے کر لئے تھے۔ ان تینوں میں سب سے پہلے بنوقینقاع نےعہد کوتوڑا تھا غزوۂ بدر کے بعد ان کی شرانگیزیاں مشاہدہ کر کے ایک دن سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بذات خود معاہدے پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ اس پر وہ سخت گستاخی اور شوخ چشمی سے پیش آئے۔

کچھ دنوں کے بعد ایک نقاب پوش مسلمان عورت کچھ بیچنے قینقاع کے صرافہ بازار میں گئی۔ سامان فروخت کرنے کیلئے ایک یہودی سنار کی دکان پر پہنچی۔ سنار اور دوسرے یہودی جو وہاں موجود تھے، اصرار کرنے لگے کہ نقاب اٹھا دے لیکن اس عفیفہ نے اس سے انکار کیا۔ اس پر سنار نے چپکے سے اس کے تہبند کا کونا اس کی پشت کی جانب اس طرح باندھ دیا کہ جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کا ستر کھل گیا۔ عورت کو بے پردہ دیکھ کر یہودی کھل کھلا کر ہنس پڑے اور اس کا بری طرح مذاق اڑایا' عورت نے دہائی مچائی۔ اس پر قریب سے ایک انصاری مسلمان جھپٹا اور عالمِ غیظ میں سنار کو قتل کر دیا۔ بازار یہودیوں کا تھا۔ انہوں نے ہلہ کر کے اس اکیلے مسلمان کو گھیر لیا اور اسے مار مار کر وہیں ڈھیر کر دیا۔ رسول خدا ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر انصاری اَوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اپنا جانشین مقرر فرما کر بنوقینقاع کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ آخر یہودیوں نے تنگ آ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ اب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! بنوقینقاع پر رحم کیجئے۔ آپ ﷺ نے رئیس المنافقین کو کچھ جواب نہ دیا۔ ابن ابی نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دے۔ بولا، جب تک آپ میرے خلفاء کی جان بخشی نہ فرمائیں گے میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بحر کرم متلاطم ہوا۔ فرمایا جا تجھے بخش دیئے۔ چنانچہ فی الفور سب رہا کر دیئے گئے، عبداللہ بن ابی اس عفو وکرم پر بہت خوش ہوا۔ (سیرت ابن ہشام) (اکتوبر 2009ء)

☆☆☆☆☆

چڑیا اور چیونٹی پر ظلم کرنے کی ناگواری

عبداللہؓ نامی ایک صحابی کا بیان ہے کہ ہم ایک سفر میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ ایک پڑاؤ پر آپ کسی کام کیلئے تشریف لے گئے۔ ہم نے سُرخ رنگ کی چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے بچے پکڑ لئے۔ چڑیا آ کر ہمارے سامنے پَر بچھانے لگی۔ اتنے میں سرورِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور چڑیا کو دیکھ کر فرمایا کس نے اس کے بچے پکڑ کر اس کو غم زدہ کیا ہے؟ اس کے بچے واپس دو۔ اس کے بعد آپ نے چیونٹیوں کا سُوراخ دیکھا جسے ہم نے چیونٹیوں کی ایذا رسانی کے باعث جلا دیا تھا۔ فرمایا اس سُوراخ کو کس نے جلایا؟ ہم عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے جلایا ہے۔ فرمایا خالقِ ناز کے سوا کسی کیلئے یہ روا نہیں کہ کسی ذی روح کو آگ کا عذاب دے (ابو داؤد) اور فرمایا اللہ کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے **(بخاری)**۔

دشمن کو عذاب دے دے کر مارنا:

غیر مسلموں میں ہمیشہ سے معمول چلا آیا ہے کہ حریفِ معرکہ یا دشمنِ مذہب کو ایسی بری طرح عذاب دے دے کر مارتے ہیں کہ جذباتِ غضب و انتقام کو پوری طرح تسکین ہو لیکن اسلام ایسی بہیمانہ انتقام جوئی کو قطعاً گوارا نہیں کرتا۔ ایک معرکہ میں ''سیف اللہ'' خالد بن ولیدؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ سپہ سالار کے سامنے چار واجب القتل اعدائے دین پیش کئے گئے اور ان سے دریافت کیا گیا کہ ان کو کس طرح ہلاک کیا جائے؟ عبدالرحمٰنؓ نے حکم دیا کہ ان کو باندھ کر تیروں سے بے جان کر دو۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو اس

واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے عبدالرحمن کے پاس جا کر کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ کہنے لگے کہ مجھے اسی خالق پرودگار کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ تو انسان تھے اگر مرغی بھی ہوتی تو اس کا اس طرح بے رحمی سے مارا جانا مجھے گوارا نہ ہوتا۔ عبدالرحمن کو اپنی فردگزاشت پر سخت ندامت ہوئی اور کفارہ کے طور پر چار غلام خرید کر آزاد کئے (ابوداؤد)۔ **(نومبر 2009ء)**

☆☆☆☆☆

اسلام کے بدترین دشمن کا نماز جنازہ

نماز جناہ صرف مومن پر پڑھی جاتی ہے لیکن چونکہ ابن ابی نے اسلام کا بدترین دشمن ہونے کے باوجود اپنے اوپر اسلام کا لیبل لگا رکھا تھا۔ اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب نفاق کا سرغنہ لقمہ اجل ہوا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے جو بدری صحابی تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنا پیرہن مبارک عطا فرمایئے کہ اس میں اس کو کفنایا جائے۔ آپؐ نے ازراہِ شفقت اپنا پیرہن عنایت فرمایا۔ اس کے بعد عبداللہؓ نے یہ بھی استدعا کی کہ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھ دیجئے۔ آپؐ نے اس درخواست کو بھی بقضائے رحم وکرم شرفِ قبول بخشا لیکن جب آپؐ نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے تو فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو دینی امور میں انتہاء درجہ کے غیور واقع ہوئے تھے آپ کی چادر مبارک کا کونہ پکڑ کر التماس کی یارسول اللہؐ! آپؐ اس سخت قسم کے منافق پر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ آپؐ کو تو اس آیت میں منافقوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ ترجمہ: ''اے پیغمبرؐ! آپ ان کے حق میں مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں (یکساں ہے) اگر آپ ستر دفعہ بھی ان کیلئے دعائے مغفرت کرینگے تو بھی اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا''۔

دشمن اسلام کیلئے ستر سے زائد مرتبہ استغفار کا ارادہ:

آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے (منع نہیں کیا) حق سبحانہٗ نے فرمایا ہے کہ منافقوں کے حق میں تمہاری ستر دفعہ کی دعا بھی مقبول نہ ہوگی تو میں ابن اُبی کے حق میں ستر سے بھی زیادہ مرتبہ استغفار کر دوں گا، شاید دعائے مغفرت

قبول ہو۔ الغرض آپؐ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جب آپؐ اس سے فارغ ہوئے تو قرآن کی چند آیتیں نازل ہوئی جن میں سے ایک یہ تھی۔ ترجمہ: ’’اگر منافقوں میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیے اور نہ دفن کے لئے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوئیے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا ہے اور وہ حالتِ کفر ہی میں مرا ہے‘‘۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی رائے:

اس آیت کے نزول کے بعد آپؐ ہمیشہ کیلئے منافقوں پر نماز پڑھنے اور ان کی قبر کے پاس دعا کیلئے کھڑے ہونے اور ان کیلئے استغفار کرنے سے رک گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے اس موقع پر نہایت صحیح اور درست رہی۔

(دسمبر 2009ء)

☆☆☆☆☆

یہودی کی معافی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیں ایک اور دشمن بدوی کا تذکرہ ملتا ہے جس پر قابو پانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی درگزر فرمایا اور انتقام لئے بغیر اس کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکابِ نجد سے واپس آ رہے تھے۔ ہمیں ایک ایسے جنگل میں دوپہر ہوگئی جس میں خاردار درختوں کی بہتات تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ببول کے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اسی درخت سے لٹکا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما ہوئے اور تمام ہمراہی بھی آرام کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں آواز دی ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدوی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے نیند کے دوران میری تلوار کھینچ کر مجھ پر وار کرنے کا قصد کیا تھا لیکن اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ یہ شخص مجھ سے کہنے لگا اب تجھے کون مجھ سے بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدائے قدیر بچا سکتا ہے۔ اس جواب پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی جو میں نے اٹھالی۔ اب یہ شخص بیٹھا ہوا ہے۔ بخاری و مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کی دوسری روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ خدائے قدیر مجھے بچا سکتا ہے تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھالی اور بدوی سے پوچھا کہ اب کون تجھے مجھ سے بچا سکتا ہے؟ تو دیہاتی کہنے لگا معاف کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا کہ میں مسلمان تو نہیں ہوتا البتہ میں یہ عہد کرتا ہوں کہ تمہارے خلاف کبھی نہ لڑوں گا اور اس قوم کا ہرگز ساتھ نہ دوں گا جو تم سے جنگ کرے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ میں دنیا کے بہترین شخص کے پاس سے آرہا ہوں۔ یہ واقعہ پیغمبر ہاشمی کے کمال شجاعت‘ توکل علی اللہ اور عزیمت واستقلال کا آئینہ دار ہے۔ ایسے نازک وقت میں یہ بے نظیر ثبات واستقلال بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بین دلیل ہے۔ **(جنوری 2010ء)**

☆☆☆☆☆

مالک بن عوف پر نوازش

جب قبیلہ ہوازن اپنے قیدیوں کو چھوڑ کر مراجعت کرنے لگے تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہارا سردار مالک بن عوف جس نے تم لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے پر ابھارا تھا کہاں ہے؟ انہوں نے کہا وہ حضور کے لشکر سے شکست کھا کر طائف بھاگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارکانِ وفد سے فرمایا کہ اگر مالک بن عوف میرے پاس آ جائیں تو میں نہ صرف ان کے اہل وعیال اور مویشی واموال واپس کر دوں گا، بلکہ اپنی طرف سے بھی سو اونٹ پیش کروں گا۔

شرفِ ایمانی:

اس وقت مالک بن عوف طائف کے اندر سخت بے کسی کے عالم میں پریشان حال اپنی موت کی گھڑیاں گن رہے تھے اور کوئی مدد کرنے والا نہ تھا جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے تو نہایت مسرور ہوئے اور بلا تامل ہی بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا قصور معاف کر کے ان کے تمام مال واملاک اور اہل وعیال واپس کر دیئے اور اس بخشش وعطا پر اپنی طرف سے سو اونٹوں کا اضافہ فرمایا۔ مالک بن عوف نے لبادۂ ایمان سے مخمور ہو کر سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش میں چند اشعار کہے جن کا خلاصۂ مفہوم یہ تھا کہ میں نے مدت العمر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا کوئی انسان نہ کبھی دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک بن عوفؓ کو نہ صرف ان کی قوم کا سردار بنا دیا بلکہ چند دوسرے قبائل کا بھی امیر مقرر فرما دیا جو شرفِ ایمانی سے بہرہ مند ہو چکے تھے۔ **(طبقات ابن سعد ومدارج النبوت)**

آسمانی تعلیم:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور دوسرے اعداء سے جو

مربیانہ سلوک کر کے ان کو دوست بنایا وہ عفو و درگزر کی اس آسمانی تعلیم کا نتیجہ تھا جس سے آپ کی رہنمائی کی جا رہی تھی۔ اس سلسلہ مودّت میں قرآن کے جو احکام نازل ہوئے ان میں یہ آیت بھی تھی۔ (ترجمہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی (ہر ایک کا اثر جدا ہے) برائی کا دفعیہ حسن وسلوک سے کرو اگر ایسا کرو گے تو تم دیکھ لو گے کہ تم میں اور کسی شخص میں عداوت ہو تو وہ ایسا ہو جائیگا جیسا کوئی دلسوز دوست ہوتا ہے۔

(فروری 2010ء)

☆☆☆☆☆

سازشوں کے گھر کو دار الامن بنا دیا

آپؐ عفوو درگزر کے پیکر تھے عفوو درگزر کا عالم یہ تھا کہ مکہ معظّمہ میں فاتحانہ داخلہ کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے مکان کو جس کے اندر کسی زمانہ میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہوا کرتی تھیں اور ہادیٔ امام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مشورے ہوتے تھے اس اعلان کے ساتھ دار الامن قرار دیا کہ مکہ کا جو آدمی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے گا اسے امان ہے (صحیح مسلم)۔ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان بن حرب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض پیرا ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ میرے بیٹے معاویہؓ کو اپنا منشی (کاتب وحی) مقرر فرمادیں۔ آپ نے اس درخواست کو شرف قبول بخش کر انہیں اپنا منشی مقرر فرمایا۔ معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے مشرف بایمان ہو چکے تھے۔ غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں سے آپ نے ابوسفیان اور ان کے دونوں بیٹوں یزید اور معاویہ کو چالیس چالیس اوقیے چاندی اور سو سو اونٹ عطا فرمائے تھے۔

ابن حرب کی منات شکنی:

ابوسفیان نے مر الظہر ان کی منزل پر کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا جو اظہار کیا تھا وہ تو محض وقتی مصلحت پر مبنی تھا۔ لیکن فتح مکہ کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عفوو رحمت نوازی سے متاثر ہوکر وہ پکے اور سچے مسلمان ہوگئے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرچشمہ فیض سے استفادہ کا کافی موقع ملا۔ شرف اسلام کے بعد ان کی رگ رگ میں جہاد فی سبیل اللہ کا خون دوڑنے لگا چنانچہ آپ کے قیام مکہ کے دوران میں عرض کرنے لگے یارسول اللہؐ! جس طرح میں حالت کفر میں مسلمانوں کے خلاف رزم خواہ رہا ہوں اسی طرح اب بقیہ العمر دشمنان اسلام کے خلاف معرکہ آرا رہوں گا۔ آپ نے انہیں عربوں کے مشہور معبود منات کے انہدام کا حکم دیا وہ جا کر اس کو منہدم کر آئے۔ (مارچ 2010ء)

صحابہ کے قاتل کیلئے معافی کا علان

صفوان بن امیہ بت پرست قریش کے سرکردہ اور اسلام کے بدترین دشمن اپنے باپ امیہ بن خلف کی طرح پیغمبر علیہ السلام کی عداوت اور مخالفت میں بڑے سخت تھے۔ صفوان ہی نے عمیر بن وہب کو فخر دو عالم ﷺ کے قتل پر متعین کیا تھا۔ انہی نے حضرت زید بن وشنہؓ کو خرید کر قتل کرایا تھا۔

جب مکہ معظّمہ فتح ہوا تو صفوان نے سمندر کی راہ سے بھاگ جانے کا قصد کیا۔ عمیر بن وہب حجمیؓ جو اس سے پیشتر رسول خدا ﷺ کی جاں ستانی کے قصد سے مدینہ گئے تھے اور حضور کے حلم وعفو کو دیکھ کر مسلمان ہو چکے تھے صفوان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے خواجہ کائنات ﷺ کی خدمت میں گزارش کی یارسول اللہ ﷺ! رئیس عرب صفوان بن امیہ مکہ سے جلاوطن ہوجاتا ہے اسے امان دیجیے۔' آپ ﷺ نے عمیر کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور صفوان کو امان دی۔ وہ یہ مژدہ لے کر صفوان کے پاس پہنچے لیکن صفوان کو یقین نہ آیا اور بولے مجھے واپس جانے میں اپنی جان کا خوف ہے۔ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا صفوان! تمہیں محض اس بنا پر جانے میں تردد ہے کہ تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلم وعفو کا حال نہیں جانتے۔ صفوان کو پھر بھی یقین نہ آیا اور کہا بخدا میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک مجھے معافی کی کوئی نشانی لاکر نہ دکھاؤ گے۔"

جب عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے دیکھا کہ صفوان کو کسی طرح تسکین نہیں ہوتی تو واپس آکر بارگاہ نبوت ﷺ میں پہنچے اور عرض کی یارسول اللہؐ! صفوان اپنے تئیں آپ کی عفوو بخشش سے بہت بعید سمجھتا ہے اور جب تک حضور ﷺ کی کوئی نشانی نہ دیکھ لے آنے کی جرأت نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے اپنی ردائے مبارک عمیر رضی اللہ

تعالیٰ عنہٗ کو مرحمت فرمائی۔ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسے لے کر صفوان کے پاس پہنچے۔ اب صفوان کو اطمینان ہوا اور عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی جناب والا! عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے امان دی ہے فرمایا سچ ہے۔ صفوان اس وقت تک قبول اسلام کے مسئلہ پر متردد تھے۔ اس لیے دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ صفوان کو عطا فرمائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اور بھی بہت سے احسان کیے یہاں تک کہ وہ فتح مکہ کے تین چار مہینہ بعد مدینہ منورہ جا کر بطیب خاطر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ (اپریل 2010ء)

☆☆☆☆☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن سلوک اور مکہ میں امن

گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کو امن دیا اور ان کے قتل کی ممانعت فرما دی لیکن چار شخصوں کے جرم ایسے ناقابل بخشش تھے کہ جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں انہیں نہ حرم میں امان دیتا ہوں اور نہ کسی دوسرے مقام پر۔ ان کا خون معاف ہے۔ یہ لوگ جہاں ملیں قتل کیے جائیں۔ ان چاروں میں ایک عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا۔ یہ شخص مدینہ منورہ میں بظاہر مسلمان ہوا تھا چونکہ کتابت کا علم رکھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کاتب وحی مقرر فرمایا یعنی آیات قرآنی کے لکھنے کا حکم دیا۔ لیکن اس شخص نے قرآن مجید کے لکھنے میں خیانتیں اور کلمات میں تبدیلیاں شروع کر دیں مثلاً لفظ حکیم کی جگہ اپنی مرضی سے علیم لکھ دیتا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خیانتوں کا علم ہوا تو وہ مکہ بھاگ آیا۔

آخر جب مکہ معظمہ پر پیغمبر علیہ السلام کا عمل و دخل ہوا تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو جو اس کے رضاعی بھائی تھے اپنا شفیع بنا کر کہنے لگا کہ بھائی! میں تمہاری پناہ میں آتا ہوں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے لیے امان مانگو' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا دل بڑا نرم تھا' وہ اس پر آمادہ ہو گئے۔ پہلے اسے چند روز تک اپنے پاس رکھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کیلئے طلب فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا کر کے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عبداللہ بن ابی سرح میرا رضاعی بھائی ہے اس کی ماں کے مجھ پر بہت احسان ہیں۔ یہ شخص توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی پر پشیمان ہے۔ اب یہ بیعت کرنے کو حاضر ہوا ہے اسے امان دیجئے۔

جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ منت سماجت کرنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پاس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور بدن مبارک کو بغل میں لے کر چومنے لگے اور تضرع و زاری کرتے ہوئے التماس کرنے لگے یا رسول اللہؐ! یہ میرا بھائی ہے اس کا قصور معاف کر دیجیے۔'' ''فرمایا اچھا معاف کیا'' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو عبداللہ بن ابی سرح خوشی خوشی اپنے ساتھ لے گئے۔

قارئین! محبت و رواداری' امن و سلامتی کے پیکر پیغمبر رسول عربی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اخلاق سے اتنے غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے کہ ان کی تعداد کا احاطہ مشکل ہے۔ ان واقعات میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی کو ایسے اعلیٰ اخلاق کا عملی نمونہ بنائیں۔ **(مئی 2010ء)**

☆☆☆☆☆

یہ شخص میرے قتل کے ارادے سے آیا۔۔۔!

ابوسفیان بن حرب قبول اسلام سے پہلے سرور کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان لینے کا بڑا حریص تھا۔ اس نے اسی مقصد کی تلاش میں مکہ سے چل کر غزوۂ خندق میں اخراب کفر کی قیادت قبول کی تھی لیکن جب جنگ خندق میں بھی نامراد ہوا تو دل کی وحشت دوبالا ہوئی اب اس نے حضور اقدس کی جاں ستانی کی انفرادی کوشش شروع کر دی قساوت قلبی کا یہ عالم تھا کہ دلائل نبوت کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اس ناپاک خیال سے باز نہ آیا۔

اب اس نے ایک بدوی کو بہت بڑی رقم کا لالچ دے کر آپ کے قتل پر متعین کیا۔ اعرابی بڑے فخر سے کہنے لگا کہ میرے پاس ایک ایسا تیز وبران خنجر ہے کہ ایک لمحے میں میں محمدؐ کا کام تمام کر دوں گا۔ ابوسفیان نے بہت کچھ انعام واکرام کا وعدہ کیا اور اپنا اونٹ اور زادراہ دے کر اس اعرابی کو منزل مقصود کی طرف روانہ کیا۔ جب اعرابی مدینہ منورہ جا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں کسی قبیلہ کے وفد کو نصائح فرما رہے تھے۔ اعرابی کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ یہ شخص میرے قتل کے ارادے سے آیا ہے۔ یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بڑی تیزی سے اٹھے اور جھپٹ کر دیہاتی کو دبوچ لیا۔ اس کے ازار سے خنجر گر پڑا، جرم کھلا تھا، کسی گواہ کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دامن عفو اس سے کہیں زیادہ وسیع تھا کہ اس کو سزا دی جاتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بدوی سے فرمایا کہ تم سچ سچ بتا دو تو چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ اس نے حقیقت حال عرض کر دی کہ مجھے ابوسفیان بن حرب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر متعین کیا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو امان دے کر فرمایا کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اس نے اس

خلاف توقع عفو اور جاں بخشی سے متاثر ہو کر کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب میں قتل کے ارادے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا' آپ سے آنکھیں چار ہوئیں تو میری عقل زائل ہوگئ' میرے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ میرے اور ابوسفیان کے سوا کسی کو اس مشورہ کی اطلاع نہ تھی۔ اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ کا حافظ و ناصر خود رب العالمین ہے' ابوسفیان کی تمام کوششیں آپ کا بال تک بیکا نہیں کر سکیں۔

(طبقات ابن سعد، مدارج النبوت)(جون 2010ء)

☆☆☆☆☆

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

نجران کے عیسائیوں کو مراعات

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی توثیق وتجدید حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ تحریر لکھ کر کی کہ ان کی جان، زمین، مال، عبادت، مذہب ان کے پادری، راہب ان کی عبادت گاہیں اور ان کے قبضہ میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی امان اور رسول الہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہیں۔ انہیں نہ کوئی نقصان پہنچایا جائے گا نہ کسی تنگی میں مبتلا کیا جائے گا کسی اسقف کو اس کی اسقفیت اور کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ یہ عہد ان تمام وعدوں کی تکمیل میں کیا جا رہا ہے جو محمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کیے تھے۔

عہد صدیقی میں عیسائی مذہب کا احترام

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت خالدؓ نے عانات کے پادریوں سے بھی اس طرح کا معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے برباد نہ کیے جائیں گے، وہ نماز کے اوقات کے سوا رات دن جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں، اپنے تمام تہواروں میں صلیب نکالیں۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے جن علاقوں کو فتح کیا وہاں کے غیر مسلم باشندوں سے جو معاہدے کیے ان میں تصریح کے ساتھ یہ درج ہوتا کہ جزیہ کے معاوضہ میں ان کے مال وجان کی حفاظت ہوتی رہے گی اور جب ان کی یہ حفاظت نہ ہو سکے گی تو ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا۔

اپنے عہد خلافت میں حضرت عمرؓ حکومت کے نظم ونسق میں تو بہت ہی سخت اور درشت رہے لیکن ممالک محروسہ کے غیر مسلم باشندوں کیلئے ان کا دل بہت ہی نرم رہا، ان سے ہر طرح کا فیاضانہ، شریفانہ اور روادارانہ برتاؤ کیا، ان کے زمانہ میں حضرت

ابو عبیدہؓ کی سپہ سالاری میں شام فتح ہوا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں محفوظ رہیں گی۔ ان کو اپنے تہوار میں جھنڈوں کے بغیر صلیب نکالنے کی اجازت ہوگی۔ (اگست 2010ء)

☆☆☆☆☆

غیر مسلموں کے مُردوں کیساتھ بھی حسن سلوک

اعرابوں میں مثلہ کی رسم عام تھی یعنی جنگ میں دشمن کی لاشوں کے ناک، کان وغیرہ کاٹ کر ان کا منہ بگاڑ دیتے، یہ صورتحال سالہا سال سے عربوں میں چلی آ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت تاکیدی ہدایت فرمائی کہ جنگ میں کسی بھی لاش اور مردے کے ساتھ اس طرح نہ کیا جائے اس طرح غیر مسلموں کے مردوں کو بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عزت عطا فرمائی۔ (تلخیص سنن ابن ماجہ)

جھوٹے مدعیان نبوت کی ابوبکر صدیقؓ سے معافی

بھٹکے ہوئے کو سیدھی راہ پر لانے، کمزوروں کو حق دلانے اور زبردستوں سے حق حاصل کرنے میں حضرت ابوبکرؓ کی ساری سرگرمیاں روادارانہ رہیں۔ اپنے عہد خلافت میں مجرموں کے ساتھ بڑی نرمی اور رحم دلی سے پیش آتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اشعث بن قیس نے بھی اور جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، وہ جب گرفتار کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے حاضر کیے گئے تو انہوں نے توبہ کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نا صرف ان کو معاف کر دیا بلکہ اپنی ہمشیرہ ام فردہؓ سے ان کا نکاح بھی کر دیا۔ اسی طرح طلیحہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا لیکن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس معذرت لکھ بھیجی تو ان کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو گیا اور ان کو مدینہ واپس آنے کی اجازت دیدی۔

گستاخ کو سزا اور ابوبکر صدیقؓ کی ناراضگی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مہاجرؓ بن امیہ کو یمامہ کا امیر مقرر کیا تو ان کی امارت کے زمانہ میں وہاں دو گانے والی عورتوں میں سے ایک نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں گانا گایا اور دوسری نے گانے میں مسلمانوں کو برا کہا۔

حضرت مہاجر بن امیہؓ نے سزا میں ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور دانت اکھڑوا ڈالے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ معلوم ہوا تو سخت برہمی کا اظہار کیا۔ ان کو لکھ بھیجا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرنے والی عورت اسلام کی پیرو ہے تو وہ مرتد ہو گئی اس کو ارتداد کی سزا ملنی چاہیے تھی اور اگر ذمیہ تھی تو اس نے خلاف عہد کیا لیکن جس عورت نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا اس کو کوئی سزا نہ دینی چاہیے تھی کیونکہ اگر وہ مسلمان عورت ہے تو اس کو صرف تنبیہہ کرنے کی ضرورت تھی اور اگر وہ ذمیہ ہے تو جب اس کے مشرکہ

ہونے کا گوارا کر لیا گیا ہے تو مسلمانوں کو برا کہنے کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔

بہر حال یہ تمہاری پہلی خطا تھی اس لیے معاف کر دیا جاتا ہے۔ مثلہ (یعنی جسم کا حصہ کاٹنا) نہایت نفرت انگیز گناہ ہے، صرف قصاص کی حالت میں مجبوراً مباح ہے۔ (دسمبر 2010ء)

☆☆☆☆☆

زہر دینے والی یہودیہ کیساتھ حسن سلوک

حضرت انس بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کا گوشت دیا جس میں زہر ملا ہوا تھا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔ جب اُس عورت کو بطور مجرم کہ پیش کیا گیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ کیا ہم اس عورت کو جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیکر شہید کرنے کی کوشش کی، قتل نہ کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق کی مٹھاس دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں! (اور اسے معاف کر دیا) (صحیح بخاری ملخصاً)

غیر مسلموں کے حقوق کی نگہبانی

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب شام کی مہم پر لشکر روانہ کیا تو امیر لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کیلئے وقف کر دیا ہے ان کو چھوڑ دینا' میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں کسی عورت' کسی بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا' پھلدار درخت کو نہ کاٹنا' کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا' بکری اور اونٹ کھانے کے سوا بیکار ذبح نہ کرنا۔ نخلستان نہ جلانا' مال غنیمت میں غبن نہ کرنا اور بزدل نہ ہو جانا۔

غیر مسلموں کے حقوق کی نگہبانی:

ان کے زمانہ میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی غیر مسلم آبادی کو اپنی پناہ میں لے کر ان کے حقوق کی نگہبانی کا پورا ذمہ لیا' ذمیوں کو جو حقوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیئے تھے وہی انہوں نے بھی دیئے جب حیرہ فتح ہوا تو وہاں کے عیسائیوں سے یہ معاہدہ کیا گیا کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کیے جائیں گے' ان کا وہ قصر نہ گرایا جائیگا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں ان کو ناقوس اور گھنٹے بجانے کی ممانعت نہ ہوگی' تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے نہ جائیں گے' کوئی بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا کوئی سخت مرض میں مبتلا ہو کہ مجبور ہو جائے یا جو پہلے مالدار ہو پھر ایسا غریب ہو جائے کہ خیرات کھانے لگے تو ایسے لوگوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور جب تک وہ زندہ رہیں ان کے اہل وعیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کیے جائیں۔ البتہ وہ کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں تو ان کے اہل وعیال کی کفالت مسلمانوں کے ذمہ نہ ہوگی۔ اس معاہدہ میں یہ بھی تھا کہ یہاں کے ذمیوں کو فوجی لباس پہننے کے علاوہ ہر

طرح کی پوشاک پہننے کی اجازت ہوگی، بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ مشابہت سے احتراز کرنے کی ہدایت اس لیے دی گئی کہ مسلمانوں اور ذمیوں میں فرق باقی رکھ کر ان کی یعنی ذمیوں کی پوری حفاظت کی جائے۔ (فروری 2011)

☆☆☆☆☆

غیر مسلموں کے جنازے کا احترام

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حُنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا آپ دونوں کھڑے ہوگئے جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ذمی یعنی غیر مسلم کا جنازہ ہے تو آپ دونوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (احتراماً) کھڑے ہوئے، آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”کیا وہ انسان نہیں تھا“ (صحیح البخاری)

حضرت عمر فاروقؓ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے دیگر مذاہب کے حوالے سے رواداری اور ان کے حقوق کے تحفظ کا جو تصور عطا کیا دنیا کے تمام مذاہب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس حوالے سے عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہٗ کے دور میں اس امر کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے غیر مسلم رعایا کو جو حقوق دیئے، اس کا مقابلہ اگر اس زمانے کی اور سلطنتوں سے کیا جائے، تو کسی طرح کا تناسب نہ ہوگا۔

غیر مسلموں کی بھی حالت بدل ڈالی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہد میں روم و فارس کی جو سلطنتیں تھیں، ان میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بدتر تھے۔ شام کے عیسائی باوجود یہ کہ رومیوں کے ہم مذہب تھے، مگر ان کی اپنی مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا مالکانہ حق تک حاصل نہ تھا۔ یہودیوں کا حال ان مملکتوں میں اس قدر بدتر تھا کہ ان پر رعایا کا اطلاق بھی نہیں ہوتا تھا۔ جب کہ فارس کے عیسائیوں کی حالت ان سے بھی بدتر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جب ان ممالک کو فتح کیا تو دفعتاً وہ حالت بدل گئی۔ جس طرح انہیں حقوق دیئے، اس لحاظ سے گویا وہ رعایا ہی نہیں رہے بلکہ اس قسم کا تعلق رہ گیا جیسے وہ برابر کے معاہدہ کرنے والے فریقوں میں ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مختلف ممالک کی فتوحات کے وقت جو تحریری معاہدے کیے، انہیں دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے غیر مسلم رعایا کو کس قدر حقوق دیئے اور ان کی کتنی دل جوئی کی۔

خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ چودہ سو سال پہلے بیت المقدس

میں داخل ہونے کے بعد ایک حکم یہودیوں کی پانچ سو سالہ جلاوطنی کو منسوخ کرنے کا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عیسائیوں کے مقدس مقام کا اس قدر احترام کیا کہ اس کی فتح کے موقع پر بہ نفس نفیس بیت المقدس تشریف لے گئے۔ آپ یہ سفر نہایت سادگی سے طے ہوا۔ مقام جابیہ میں دیر تک قیام کر کے بیت المقدس کا معاہدہ صلح ترتیب دیا۔ اس میں عیسائیوں کو مراعات عطا فرمائیں اس معاہدے کو خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے لکھا' چنانچہ تحریر کیا گیا: ''یہ وہ امان ہے جو اللہ کے غلام امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے لوگوں کو دی' یہ امان ان کی جان' مال' گرجا' صلیب' تندرست' بیمار اور ان کے تمام مذاہب والوں کیلئے ہے۔ وعدہ کیا جاتا ہے کہ نہ ان کے عبادت خانوں پر قبضہ کیا جائے گا نہ انہیں گرایا جائے گا نہ ان کو اور ان کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کے دینی معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا' نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔''

اس فیاضانہ سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ عیسائی بطریق نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اپنے مقدس گرجے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ اس کے متعلق ایک عیسائی مصنف کا بیان ملاحظہ ہو: ''یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب بطریق نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو مقدس عیسائی گرجا میں نماز پڑھنے کی دعوت دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس بنیاد پر انکار کیا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو پھر مسلمان آئندہ اس واقعے کو اس امر کی نظیر بنالیں گے اور عیسائیوں کو کلیسا سے بے دخل کر دیں گے اور کلیسا کو مسجد بنالیں گے'' آپ نے باہر نکل کر سیڑھیوں پر تنہا نماز ادا کی پھر بطریق کو اس مضمون کی ایک تحریر بھی لکھ کر دے دی کہ گرجا کی سیڑھیوں پر بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے اور نہ اذان دی جائے۔ (مارچ 2008ء)

رواداری کے تین قابل ذکر واقعات

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق رواداری پر مبنی جو رویہ مسلمانوں کا رہا ہے، اس کے متعلق تین واقعات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، آنحضرت ﷺ کا مدینے کے یہود سے معاہدہ کرنا۔ نجران کے عیسائیوں کو آزادی کا منشور دینا اور فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کی جانب سے ایلیاء کے باشندوں کو آزادی کا منشور پیش کرنا۔ اسی طرح آذر بائیجان، جرجان اور مدائن کے شہریوں کو جو امان نامے حضرت عمرؓ نے دیئے، وہ بھی ایسے ہی تھے۔ ان معاہدوں کی بنیادی شقیں یہ تھیں۔

ذمیوں کی جان و مال مسلمانوں کی طرح ہے ☆ مذہبی اعتبار سے بھی انہیں بالکل امان حاصل ہے ☆ انکا مذہب بدلا جائے گا اور نہ ہی ان کے مذہبی امور میں دست درازی کی جائے گی ☆ ان کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ ہی انہیں ڈھایا جائے گا اور نہ ان کے صلیبوں اور مال میں کچھ کمی کی جائے گی، اگر یہ لوگ برابر جزیہ دیتے رہیں۔ تاہم اس میں مذہبی قوانین کی حفاظت اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے اور ان کے مقدمات کے فیصلہ کرنے کی آزادی بھی شامل تھی۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو شام کی فتح کے بعد جو فرمان لکھا، اس میں یہ الفاظ تحریر تھے۔ ''مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے سے باز رکھنا اور ان کے مال و جائیداد کی حفاظت کرنا اور تمام شرائط کو پورا کرنا۔ حضرت عمرؓ نے بنیادی حقوق کے حوالے سے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا تھا۔ غیر مسلموں کو جان و مال اور جائیداد سے متعلق جو حقوق حضرت عمرؓ نے دیے، اس پر پوری طرح عمل بھی کروایا۔ چنانچہ شام کے ایک عیسائی کاشت کار نے شکایت کی کہ مسلمانوں کی فوج نے اس کی کھیتی کو پامال کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فی الفور اسے دس ہزار درہم معاوضہ دلوایا اور متعلقہ حکام کو تاکیدی فرمان جاری کیا کہ غیر مسلموں پر کسی

طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔

قاضی ابو یوسفؒ نے ”کتاب الخراج“ میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام سے واپس آ رہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اور ان کے سر پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جزیہ نہیں ادا کیا، اس لیے انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آخر ان کا کیا عذر ہے؟ لوگوں نے کہا، غربت اور ناداری۔ فرمایا، چھوڑ دو، اور انہیں تکلیف نہ دو۔ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”لوگوں کو تکلیف نہ دو، جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ روز قیامت انہیں عذاب پہنچائے گا۔“ (اپریل 2008)

☆☆☆☆☆

یہودی بوڑھے کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عمر فاروقؓ عہد رسالت میں اپنی سپہ گری، بہادری، جانبازی اور قوت تقریر کے لیے مشہور تھے۔ جاں نثاری میں ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست بازو بنے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کو بہت محبوب رکھتے' عشرہ مبشرہ میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے عدل پروری میں سخت گیری سے کام لیتے مگر حب رسول اور اتباع سنت کو کونین کی دولت سمجھتے' حق وصداقت کے اظہار کرنے میں پس وپیش نہ کرتے' اسلام کی خاطر ہر چیز کو قربان کرنے پر تیار رہتے۔

ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہیں سے گزر رہے تھے کہ ایک بوڑھے اندھے سائل کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کس مذہب کے پیرو ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہودی ہوں، پھر پوچھا بھیک کیوں مانگتے ہو؟ وہ بولا: بوڑھا ہو کر محتاج ہو گیا ہوں جزیہ کی بھی رقم ادا کرنی ہوتی ہے' یہ سن کر حضرت عمرؓ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گھر سے لا کر کچھ دیا' پھر بیت المال کے خازن کو بلا کر حکم دیا کہ اس کا اور اسی کی طرح اور مجبور لوگوں کا خیال رکھو، یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ ایسے لوگوں سے جوانی میں تو جزیہ وصول کر کے فائدہ اٹھایا جائے اور بوڑھے ہوں تو ان کو بے سہارا چھوڑ دیا جائے پھر یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ: ''اس میں فقراء سے مراد مسلمان فقراء ہیں اور مسکینوں میں اہل کتاب بھی شامل ہیں'' اس کے بعد اس یہودی اور اسی طرح کے معذور اہل ذمہ مسکینوں کا جزیہ معاف کر دیا۔ (کتاب الخراج)

حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت رہی کہ مفتوحہ علاقوں میں وہاں کے لوگوں کے مال، جان اور مذہب کو پورا امان دیا جائے۔ ۲۲ھ میں آذربائیجان کی تسخیر ہوئی تو وہاں کے باشندوں سے جو معاہدہ ہوا اس کی تصریح کی گئی کہ ان کے مال، جان، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔ (ستمبر 2010ء)

حضرت عمرؓ کا زمانہ اور غیر مسلموں سے حسن سلوک

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب بنوتغلب مغلوب ہوئے تو وہ اپنے قدیم مذہب کو ترک کرنے کیلئے راضی نہ تھے' حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالا جائے اور وہ اپنے مذہب کی پیروی میں آزاد ہیں' البتہ اگر ان میں سے کسی شخص نے اسلام قبول کرنا چاہا تو کوئی شخص مزاحمت کا مجاز نہ ہوگا اور نہ ایسے لوگوں کے بچوں کو جو مسلمان ہو گئے ہیں' اصطباغ دے سکیں گے۔ (طبری) قبیلہ بکر کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا، حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا حوالہ کیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔

حسن سلوک کا دلچسپ واقعہ:

حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ کا ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ یہ بھی ہے کہ ایران کے ہرمزان نے کئی دفعہ حضرت عمرؓ کے سپہ سالار حضرت سعدؓ سے صلح کی تھی اور ہمیشہ اقرار سے پھر جاتا تھا شوستر کے معرکہ میں دو بڑے مسلمان اس کے ہاتھ سے مارے گئے' حضرت عمرؓ کو ان باتوں کا اس قدر رنج تھا کہ انہوں نے ہرمزان کے قتل کا پورا ارادہ کرلیا، تاہم اتمام حجت کے طور پر عرض ومعروض کی اجازت دی، اس نے کہا: عمر! جب تک اللہ ہمارے ساتھ تھا تم ہمارے غلام تھے، اب اللہ تمہارے ساتھ ہے ہم تمہارے غلام ہیں، یہ کہہ کر پینے کا پانی مانگا، پانی آیا تو پیالہ ہاتھ میں لے کر درخواست کی کہ جب تک پانی نہ پی لوں مارا نہ جاؤں، حضرت عمرؓ نے درخواست منظور کر لی، اس نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا، اس لیے شرط کے مطابق تم مجھے قتل نہیں کر سکتے، حضرت عمرؓ اس مغالطہ پر حیران رہ گئے، پھر ہرمزان نے کلمہ توحید پڑھا اور کہا میں پہلے ہی اسلام لا چکا تھا لیکن میں نے یہ تدبیر اس لیے کی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہے۔ (جولائی 2010ء)

فتح مصر اور عیسائیوں کیساتھ رواداری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب 20 ہجری میں مصر پر اسلام کا جھنڈا لہرایا تو وہاں کے مذہبی پیشواؤں کے سارے حقوق برقرار رکھے' وہاں کا پٹریارک رومیوں کے ظلم سے تیرہ برس تک جلاوطن ہوکر ادھر ادھر زندگی بسر کررہا تھا' حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تحریری امان دے کر واپس بلایا اور اس کو اس کا پرانا منصب عطا کیا۔

مصر کے فتح کے موقع پر حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائیوں کی تلخیاں دل سے بھلا دیں جب وہاں کے عیسائیوں نے ان کو اپنے یہاں مدعو کیا تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دعوت میں شریک ہوئے اور پھر ان کو اپنے یہاں جوابی دعوت میں مدعو کیا۔

دلیری' فیاضی اور بے تعصبی:

21 ہجری میں اسکندریہ فتح ہوا تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک تصویر کی ایک آنکھ کو اسلامی فوج کے ایک لشکری نے اپنے تیر سے پھوڑ ڈالا عیسائیوں کو اس عمل سے سخت تکلیف ہوئی' انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر یہ مطالبہ کیا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر بنا کر ان کو دی جائے تا کہ وہ بھی اس کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالیں۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تصویر دینے کی کیا ضرورت ہے ہم لوگ موجود ہیں تم ہم میں سے جس کی آنکھ چاہو پھوڑ ڈالو' پھر اپنا خنجر ایک عیسائی کے ہاتھ میں دے کر اپنی آنکھیں سامنے کر دیں' یہ سن کر عیسائی کے ہاتھ سے خنجر گر پڑا' عیسائی اپنے دعویٰ سے یہ کہہ کر باز آ گیا کہ جو قوم اس قدر دلیر' فیاض اور بے تعصب ہو اس سے انتقام لینا سخت بے رحمی اور بے قدری

ہے۔ یہ واقعہ مصر کے ایک عیسائی بشپ سعید بن البطریق نے اپنی تاریخ مصر میں لکھا ہے جو چھپ چکی ہے۔ اس واقعہ کو مولانا شبلی نے جنوری 1903ء کی ایجوکیشنل کانفرنس کے خطبہ صدارت میں بھی بیان کیا تھا۔ (اکتوبر 2010ء)

* * *

غیر مسلموں پر برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالو

ایک بار حضرت عمرؓ فاروق شام سے واپس آ رہے تھے تو ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں کچھ لوگ دھوپ میں کھڑے کر دیئے گئے تھے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا تھا، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو جزیہ دینے کی استطاعت نہیں مگر ان سے واجب الادا جزیہ وصول کرنا ضروری ہے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو' ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو' جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب دیتے ہیں ان کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔

غیر مسلموں پر غاصبانہ قبضہ کی ممانعت:

حضرت عمر فاروقؓ نے اس کی پوری نگرانی کی کہ غیر مسلموں اور ذمیوں پر مسلمان غاصبانہ قبضہ نہ کریں جب ممالک فتح ہونے لگے تو حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھ بھیجا کہ مسلمان ان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ مفتوحہ علاقہ کے شہر' وہاں کی زمین' کھیت اور درخت وغیرہ ان کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے سورۃ الحشر اور توبہ کی بعض آیات سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ وہاں کے باشندوں سے جزیہ وصول کر لینے کے بعد مسلمانوں کا کوئی حق نہیں رہ جاتا اور نہ کسی تعرض کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

جو جزیہ ادا کریں انہیں غلام مت بناؤ:

مسلمانوں کو یہ حق کسی طرح نہیں پہنچتا کہ مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کو آپس میں تقسیم کر لیں' وہاں کے باشندے بدستور سابق وہاں کی زمین کاشت میں لاتے رہیں کیونکہ وہ اس کام سے زیادہ واقف ہیں اور اس کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں جب تک

وہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے وہ غلام نہ بنائے جائیں، مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے ان کو کسی طرح نقصان پہنچانے اور ان کا مال کھانے سے روکو۔

غیر مسلموں سے زمین کا خریدنا ناجائز:

حضرت عمر فاروقؓ نے تو غیر مسلموں سے زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا تھا ان پر مال گزاری عائد کرتے وقت ہدایت کرتے کہ جمع سخت مقرر نہ کی جائے ان سے پہلے استصواب بھی کر لیتے، عراق کا بندوبست ہونے لگا تو عجمی رئیسوں کو بلا کر ان سے مشورے کیے، مصر کے انتظام میں مقوقس کی رائے طلب کی۔ (نومبر 2010ء)

☆☆☆☆☆

حضرت عمرؓ کی بستر مرگ پر بھی حسن سلوک کی تلقین

عراق، مصر اور شام کے دفتر مال گزاری کا حساب کتاب وہاں کی زبانوں میں رکھا جاتا، اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانہ میں وہاں کے حساب کتاب کرنے والے مجوسی، عیسائی یا قبطی تھے ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حکم کے مطابق عاملوں کا اچھا سلوک رہتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اپنے بستر مرگ پر بھی ذمیوں کا خیال رہا، انہوں نے فرمایا میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو ذمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہوں، ان سے جو عہد کیا جائے اس کی پابندی کی جائے، ان کے دشمنوں کے خلاف ان کا دفاع کیا جائے اور ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔

وہ عاملوں کی خطاؤں کی سخت گرفت کرتے، ایک بار عوام سے مخاطب ہو کر فرمایا: اللہ کی قسم میں اپنے عاملوں کو تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہارے منہ پر تم کو چانٹے ماریں، تمہارا مال چھین لیں، وہ اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ تم کو تمہارا دین اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت سکھائیں، اگر کوئی عامل کسی سے دین اور سنت سے ہٹ کر سلوک کرے تو میں اس سے مظلوم کا بدلہ لے کر رہوں گا یہ سن کر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بن العاص کہہ اٹھے کہ اگر کوئی مسلمان عامل اپنی رعایا کی تادیب کرے تو کیا اس سے بھی قصاص لیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا: ہاں! میں اس سے ضرور قصاص لوں گا، میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے سے قصاص دلواتے دیکھا ہے۔

اہل حاجت کیلئے دروازہ کھلا رکھیں:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو معلوم ہو جاتا کہ کوئی عامل اپنے نمود و ترفع کا

اظہار کرتا ہے، بیمار کی عیادت نہیں کرتا ہے، کمزور اس کے دربار میں پہنچ نہیں پاتے ہیں تو اس کو معزول کر دیتے، انہوں نے اپنے عاملوں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ ترکی گھوڑے پر نہ سوار ہوں، باریک کپڑے نہ پہنیں، چھنا ہوا آٹا نہ کھائیں، دروازہ پر دربان نہ رکھیں، اہل حاجت کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا رکھیں۔ اگر کوئی ان ہدایتوں کی خلاف ورزی کرتا تو اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کرتے۔ (مارچ 2011)

☆☆☆☆☆

حضرت عمرؓ کا عیسائی غلام

حضرت عمرؓ کا ایک غلام عیسائی تھا اس کو وہ اسلام قبول کرنے کی ترغیب تو دیتے مگر اس پر کبھی دباؤ نہیں ڈالا، فرماتے کہ مذہب میں زبردستی نہیں، غلام ان کی زندگی میں عیسائی ہی رہا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عمال اور لشکریوں میں اسلام کی سچی تعلیمات کی ایسی روح پھونک دی تھی کہ ان کے خوف خدا، اتباع سنت، تقویٰ، زہد، تواضع، خدمت گزاری، خلق، مہمان نوازی، راست بازی، عدل، ترحم، مساوات، مخالفین سے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مفتوحہ ممالک کے غیر مسلم خود بخود اسلام قبول کرتے چلے گئے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حسن سلوک

شام میں اسلامی لشکر پہنچا تو رومیوں کے سفیر جارج نے اسلام قبول کرلیا۔ مصر کے شہر شطاء کا رئیس دو ہزار آدموں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوا۔ دمشق میں وہاں کا بشپ حضرت خالد بن ولیدؓ کے سامنے آ کر مسلمان ہوا۔ جلولہ کی فتح کے بعد یہاں کے امراء ورؤوسا خود اسلام لے آئے۔ قادسیہ کے معرکہ کے بعد ایران کا شاہی رسالہ چار ہزار لشکریوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ یزدگرد کے بعض فوجی افسر مسلمان ہوئے تو سیابچہ، زط اور اندغار جیسی قومیں بھی اسلام لے آئیں۔ مصر کے بعض قصبے کے لوگ بھی مسلمان ہوئے۔ دمیاط کی فتح کے بعد بقارہ سے لے کر عسقلان تک پوری آبادی مسلمان ہو گئی اور پھر اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ عراق، شام، مصر اور ایران کے سارے علاقے کی آبادی رفتہ رفتہ اسلام اس طرح قبول کرتی گئی کہ ان میں مسلمانوں کی اکثریت بڑھتی گئی اور وہ اسلامی ممالک کہلانے لگے۔ یہاں مسلمان اپنے روادارانہ کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش نہ کرتے تو ان کا اسلام کی طرف مائل ہونا کیسے

ممکن تھا تھوڑے سے لوگوں پر تو جبر اور دباؤ ڈالا جاسکتا ہے مگر پورے علاقے کو زور اور چیرہ دستی سے کسی مذہب کی طرف مائل کرنا انسانی فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ (اپریل 2011ء)

☆☆☆☆☆

رواداری کی بلند ترین مثال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی رومیوں سے برابر ٹکر رہی اور جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جانباز سپہ سالاروں نے دمشق، فحل، اردن اور حمص پر قبضہ کرلیا تو ہرقل بہت سراسیمہ ہوا، اس نے اپنے فوجی امراء کو بلا کر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ عرب تعداد و اسلحہ اور سروسمان میں ہم سے بہت کم ہیں پھر بھی وہ کامیاب ہوتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب ایک تجربہ کار شخص نے دیا کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں، وہ رات کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے، آپس میں برابری کے ساتھ رہتے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، وعدہ کی پابندی نہیں کرتے، دوسروں پر ظلم کرتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال ہوتا ہے اور ہمارے کام ان سے خالی ہوتے ہیں۔

جب غیر مسلم بولا: بے شک تمہارا پیغمبر سچا ہے!

جنگ یرموک کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک قاصد جارج نامی صلح کا پیام لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا مسلمان اس وقت مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے ان کی محویت اور خضوع کو دیکھ کر وہ بے حد حیرت زدہ ہوا، نماز ختم ہو چکی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس نے جو چند سوالات کیے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا خیال ہے؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھیں جن کا مطلب یہ تھا: اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں حق بات کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کے رسول اور ایک کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کے اندر ڈالا تھا، مسیح کو اس

سے ہرگز انکار نہیں کہ وہ اللہ کے ایک بندے ہیں‘ ان کو سن کر جارج بے اختیار ہو کر بول اٹھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہی اوصاف ہیں‘ بے شک تمہارا پیغمبر سچا ہے‘ یہ کہہ کر کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا‘ وہ اپنی قوم کے پاس جانا نہیں چاہتا تھا مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے خلاف تھا کہ کسی کے سفیر کو روک لیا جائے‘ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ابھی تم جاؤ‘ وہاں جا کر تمہارا جی چاہے تو چلے آنا۔ یہ رواداری کی کتنی بلند مثال تھی۔ (ستمبر 2011ء)

☆☆☆☆☆

بیت المقدس کے ذمی کے ساتھ عجب حسن سلوک

مورخ اسلام ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ عصر میں اپنے محل کے عام لوگوں کے ساتھ زمین پر بیٹھا کرتے تھے جب مقوقس (بادشاہ مصر) ان کے پاس آتا تو اس کے بیٹھنے کے لیے کمہار تخت لے کر آتے تھے اور وہ بادشاہوں کی طرح عمرو بن العاص کے پاس تخت ہی پر بیٹھتا تھا چونکہ مقوقس ذمی تھا اور مسلمان اپنے عہدہ پیان کا لحاظ کرتے تھے اور دنیاوی شان وشوکت ابھی تک ان کی نگاہوں میں کچھ وقت نہیں رکھتی تھی، اس لیے مقوقس کی اس حرکت پر کبھی کسی نے تعرض نہ کیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہٗ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا، محاصرہ سے پریشان ہو کر بیت المقدس کے پادریوں نے اس شرط پر صلح کی کہ شرائط خود خلیفہ کے ذریعہ طے ہوں، چانچہ ابوعبیدہ کی طلب پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ بیت المقدس تشریف لے گئے، امیر المومنین شہر بیت المقدس کے قریب پہنچ گئے تو ایک عیسائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں ایک ذمی ہوں اور یہ سامنے میرا باغ ہے آپ کی فوج کے کچھ لوگ باغ کو نقصان پہنچا رہے ہیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ باغ کے پاس گئے دیکھا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہٗ باغ سے انگور لیے جا رہے ہیں، امیر المومنین نے ان کو ٹوکا، صحابی رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ ہم لوگوں کو بھوک لگی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ باغ میں گئے وہاں بھی کچھ لوگوں کو پایا، آپ نے اس ذمی کو اپنے پاس بلایا اور باغ کی قیمت دریافت کر کے اس کی قیمت ادا کر دی۔ (ستمبر 2012ء)

☆☆☆☆☆

جان و مال، صلیب اور گرجے کو امان

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ بیت المقدس کے باشندوں کیلئے جو صلح نامہ لکھا اس میں تحریر تھا: ''ایلیا اور بیت المقدس والوں کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست سب کو امان دی جاتی ہے، ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے یہاں تک کہ ان کے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور مالوں میں کسی قسم کی کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا تشدد کیا جائے گا۔

تاریخ جنگ صلیبی میں میشو لکھتا ہے کہ ''جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا، انہوں نے عیسائیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں دی اس کے برخلاف جب صلیبیوں نے اس شہر پر قبضہ کیا تو انہوں نے نہایت بے رحمی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہودیوں کو جلا دیا۔

مشہور انگریز مورخ گبن لکھتا ہے: ''خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس تو فتح کیا، لیکن اس کے باشندوں پر نہ تو دست اندازی کی اور نہ ان کے مذہب میں مداخلت کی، شہر کا ایک حصہ عیسائیوں، پادریوں اور اسقف اعظم کے لیے مخصوص کر دیا گیا، اس کے تحفظ کے بدلے عیسائیوں کو محض دو دینار فی کس سالانہ ٹیکس کے طور پر دینا پڑتے تھے بیت المقدس کی زیارت روکنے کے بجائے مسلمانوں نے اسے فروغ دیا تاکہ آمد و رفت کے ذریعے تجارت کی افزونی ہو اس کے چار سو ساٹھ سال بعد جب یہ مقدس شہر دوبارہ یورپ کے مسیحوں کے ہاتھوں میں پہنچ گیا تو مشرقی عیسائی عرب خلفاء کی روادار حکومت کو یاد کرتے تھے۔ (اکتوبر 2012ء)

☆☆☆☆☆

حضرت عمرؓ کی حسن تدبیر

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ جب قیامہ کے کنیسہ (گرجا) میں تشریف لے گئے اور وہاں نماز کا وقت آ گیا تو وینس بطریق سے فرمایا: ’’میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں‘‘ بطریق نے کہا: امیر المومنین آپ اسی جگہ نماز پڑھ لیں، آپ رضی اللہ عنہٗ نے انکار فرمایا، بطریق قسطنطین کے گرجے میں نماز پڑھنے کیلئے گیا لیکن آپ نے وہاں بھی نماز نہیں پڑھی، آپ نے گرجے کے باہر دروازے پر نماز پڑھی اور بطریق سے فرمایا میں نے گرجے میں اس لیے نماز نہیں پڑھی کہ مسلمان آئندہ اس دلیل پر کہ عمر نے اس گرجے میں نماز پڑھی تھی اس پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس کے بعد تحریر لکھ کر بطریق کے حوالہ کی، جس میں لکھا تھا کہ ’’کوئی مسلمان گرجے کی سیڑھیوں پر اذان اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا، البتہ تنہا پڑھ سکتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ نے غانات کے پادری سے حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی تھی: ان کے گرجے نہ برباد کیے جائیں گے وہ بجز اوقات نماز کے شب و روز میں جب چاہیں ناقوس بجائیں اور تمام تہواروں پر صلیب لگائیں۔

قبطی رئیس کے ساتھ حسن سلوک:

چوگان کھیلنے میں والیٔ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کے گھوڑے سے ایک قبطی رئیس نے اپنا گھوڑا آگے نکال دیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کے بیٹے نے طیش میں آ کر قبطی کو کوڑے سے پیٹ دیا، قبطی نے مدینہ منورہ میں جا کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے شکایت کی، امیر المومنین نے دونوں باپ بیٹوں کو مصر سے طلب کیا اور قبطی کے ہاتھ میں کوڑا دے کر کہا: اس میں جس نے تجھے کوڑا مارا ہو تو بھی اس قدر مار، قبطی نے عبداللہ کو کوڑے لگائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ’’ان پر بھی‘‘، قبطی نے کہا نہیں! یہ تو میرے مربی ہیں۔ (نومبر 2012ء)

ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک

غیر قومیں تو بالکل بیگانہ ہوتی ہیں سازش اور بغاوت کی حالت میں مہذب سے مہذب سلطنت خود اپنی قوم سے کوئی مراعات نہیں کرسکتی لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حالت میں بھی ذمیوں کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا شام کی انتہائی سرحد پر ایک شہر عریسوس تھا جہاں کے عیسائیوں سے معاہدہ صلح ہوگیا تھا لیکن یہ لوگ در پردہ رومیوں سے سازش رکھتے تھے اور مسلمانوں کی خبریں ان تک پہنچایا کرتے تھے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جو وہاں کے والی تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ان کے تمام مال و متاع کا شمار کرکے ہر چیز کا دوگنا معاوضہ دیدیا جائے اور اس کے بعد وہ جلاوطن کردیئے جائیں اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو ایک سال کی مہلت کے بعد جلاوطن کیے جائیں چنانچہ ایک سال کے بعد وہ لوگ جلاوطن کردیئے گئے۔ ذمیوں پر ان تمام لطف و مراعات کا یہ اثر ہوا کہ وہ خود مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے' اگرچہ رومی خود عیسائیوں کے ہم مذہب تھے لیکن جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ایک عظیم الشان فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کیں تو ان ہی ذمی عیسائیوں نے ہر جگہ سے جاسوس بھیجے کہ رومیوں کی خبر لائیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ہر شہر پر جو حکام مقرر کیے تھے ان کے پاس ہر شہر کے عیسائی رئیس آئے اور اس جنگی تیاری کی خبر دی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو تمام حکام نے اس کی اطلاع دی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ذمیوں سے جس قدر جزیہ اور خراج وصول کیا گیا ہے سب واپس کردیا جائے کیونکہ معائدے کی رو سے ہم پر ان کی حفاظت واجب ہوگی اور ہم اس وقت اس کی طاقت نہیں رکھتے' ان حکام نے جب یہ رقمیں واپس دیں تو یہ لوگ سخت متاثر

ہوئے اور بے اختیار بول اٹھے کہ ''خدا تم کو واپس لائے اگر خود رومی ہوتے تو اس حالت میں ہم کو کچھ واپس نہ دیتے' بلکہ ہمارے پاس جو کچھ ہوتا لے لیتے'' مسلمانوں کی فتح ہو گئی تو عیسائیوں نے خود واپس شدہ رقم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر ڈال دی کہ دوبارہ اس ابر کرم کے سائے کے نیچے آ جائیں۔

(دسمبر 2012ء)

☆☆☆☆☆

خیبر کے باغی یہودی اور حضرت عمرؓ کا انصاف

خیبر کے یہودیوں نے ایسی باغیانہ روش اختیار کی کہ نہ صرف مسلمانوں کے معاملات میں خیانت کی اور ان میں تباہی پھیلانی چاہی بلکہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ، کو بالا خانہ سے نیچے پھینک دیا جس سے ان کے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے ان کو خیبر سے جلاوطن کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ان سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ نصف زمین اور نصف پیداوار کے حصہ دار ہوں گے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے ان کو جلاوطن کرتے وقت نصف زمین اور نصف پیداوار کے معاوضے میں سونے چاندی اور اونٹوں کے پالان دیئے۔

فدک کے یہودیوں نے بھی سیاسی بغاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے ان کو بھی جلاوطن پر مصالحت کی تھی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے ان کو جلاوطن کرتے وقت نخلستان اور اراضی میں ان کا جتنا حصہ ہوتا تھا اس کی عادلانہ قیمت تجویز کرنے کیلئے چند واقف کاروں کو بھیجا اور انہوں نے جو تجویز کی اس کے مطابق قیمت دیدی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کو اپنی مملکت میں کسی باغیانہ سازش کی خبر مل جاتی تو اس کو فرو کرنے میں بھی پوری سختی سے کام لیتے' یہ سازش اگر غیر مسلموں کی ہوتی تو ان کو سزا دینے میں تامل تو نہیں کرتے لیکن اس میں بھی ان کی رحم لیئت اور رواداری بروئے کار آجاتی۔ شام فتح ہوا تو اس کی آخری سرحد پر ایک شہر عربوس تھا' یہاں کے لوگوں سے معاہدہ ہوگیا مگر وہ چپکے چپکے ایشیائے کوچک کے رومیوں سے سازباز کرکے مسلمانوں کے راز ان کو بتاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہاں کے حاکم عمیر رضی اللہ عنہ، بن سعد کو لکھ بھیجا کہ انکو ایک برس کی مہلت دو کہ وہ اپنی سازش سے باز آئیں اور اگر باز نہ آئیں تو ان کی جائیداد زمین' مویشی اور اسباب کو شمار کرکے ایک ایک چیز کی دو چند قیمت دے دو اور ان سے کہو کہ کہیں اور چلے جائیں' اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ (اکتوبر 2011ء)

مسلمانوں کی کامیابی کی بڑی وجہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی رومیوں سے برابر ٹکر رہی اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جانباز سپہ سالاروں نے دمشق، فحل اردن اور حمص پر قبضہ کرلیا تو ہرقل بہت سراسیمہ ہوا اس نے اپنے فوجی امراء کو بلا کر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ عرب تعداد و اسلحہ اور سروسامان میں ہم سے بہت کم ہیں پھر بھی وہ کامیاب ہوتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے اس کا جواب ایک تجربہ کار شخص نے دیا کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں وہ رات کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے آپس میں برابری کے ساتھ رہتے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، وعدہ کی پابندی نہیں کرتے، دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال ہوتا ہے اور ہمارے کام ان سے خالی ہوتے ہیں۔

فحل کی لڑائی میں رومی صلح کے خواہاں ہوئے تو عربوں کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ کوئی شخص سفیر بن کر آئے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو بھیجا، معاذؓ رومیوں کے لشکر میں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں دیبائے زریں کا فرش بچھا ہوا ہے، وہیں ٹھہر گئے، ایک عیسائی نے آ کر کہا کہ گھوڑا میں تھام لیتا ہوں آپ دربار میں جا کر بیٹھئے، معاذؓ کی بزرگی اور تقدس کا عام چرچا تھا اور عیسائی تک اس سے واقف تھے، اس لیے وہ واقعی ان کی عزت کرنا چاہتے تھے ان کا باہر کھڑا رہنا ان کو گراں گزرتا تھا۔ معاذؓ نے کہا میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار ہوا ہے بیٹھنا نہیں چاہتا، یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے، عیسائیوں نے افسوس کیا اور کہا کہ ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کو اپنی عزت کا خیال نہیں تو

مجبوری ہے، حضرت معاذؓ کو غصہ آیا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور کہا کہ جس کو تم عزت سمجھتے ہو مجھ کو اس کی پرواہ نہیں، اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھ کر خدا کا غلام کون ہو سکتا ہے، رومی ان کی بے پروائی اور آزادی پر حیرت زدہ تھے یہاں تک کہ ایک شخص نے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر ہے؟ انہوں نے کہا: معاذ اللہ! یہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر نہ ہوں رومی چپ ہو گئے۔

(دسمبر 2011ء)

☆☆☆☆☆

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رواداری

حضرت عمر کے زمانہ میں غیر مسلموں کے ساتھ جتنے معاہدے ہوئے تھے سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں برقرار رہے اور جو نئے علاقے فتح ہوتے گئے وہاں بھی وہی روادارانہ اسپرٹ باقی رہی جس کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی تھی وہ تو اپنے ہر چھوٹے بڑے عمل میں اپنے محبوب آقا کی اتباع کرتے رہے، ان کا عہد بعض اسباب کی بنا پر آشوب رہا پھر بھی اسلام کے لشکریوں کی جانبازی سے طرابلس، الجزائر، قبرص، طبرستان، آرمینیہ وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے، ان کے زمانہ میں بغاوتیں بھی بہت ہوتی رہیں ان کی طبیعت میں نرمی اور مروت بہت تھی مگر ان بغاوتوں کو عدم تشدد اور تلطف کی حکمت عملی سے فرو کرتے رہے، مفتوحہ ممالک کی خوشحالی اور بدحالی سے باخبر رہنے کیلئے جلیل القدر صحابیوں کے وفود وہاں بھیجا کرتے۔ جمعہ کے دن منبر پر پہنچ کر اطراف ملک کی خبریں پوچھتے اور عام اعلان کر رکھا تھا کہ جس کسی کو کسی والی سے شکایت ہو وہ حج کے موقع پر آ کر بیان کرے۔ اس موقع پر تمام عمال کو بھی لازمی طور پر طلب کر لیتے تا کہ شکایتوں کی تحقیقات آسانی سے ہو سکے۔

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک:

ان کے زمانہ میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں نے کچھ زیادتیاں کیں تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی اس وقت وہاں کے حاکم ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھ بھیجا کہ عراق میں نجران کے جو باشندے ہیں ان کے اسقف، عاقب اور سردار نے میرے پاس آ کر شکایت کی ہے اور مجھے وہ شرط دکھائی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ طے کی تھی مجھے معلوم ہوا کہ مسلمانوں سے ان لوگوں کو کیا

نقصانات پہنچے ہیں۔ میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس جوڑوں کی تخفیف کر دی۔ انہیں میں نے اللہ جل شانہٗ کی راہ میں بخش دیا ہے اور میں نے ان کو وہ ساری زمین دیدی جو عمر رضی اللہ عنہٗ نے ان کیساتھ طے کی تھی۔ (مئی 2011)

☆☆☆☆☆

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مذہبی رواداری

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت بھی زیادہ تر پر آشوب اور پرشور رہا' ان کی خلافت کی مدت پانچ سال رہی' حضرت عثمانؓ کی شہادت کے قصاص کے جھگڑے' خارجیوں اور سبائیوں کی فتنہ انگیزیوں کے خلاف جنگ' لیلۃ الحریر کی لڑائیوں' عجم' کرمان اور فارس میں بغاوتوں کی بدولت ان کو وہ سکون حاصل نہ ہو سکا جو حکمرانی کیلئے ضروری ہے مگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سایہ میں تربیت پائی تھی اس لیے زہد' تقویٰ' عبادت' تواضع' انفاق فی سبیل اللہ اور حسن سلوک میں جو اعلیٰ نمونے پیش کیے جاسکتے ہیں وہ ان کی زندگی میں ملتے ہیں' شجاعت میں کوئی معاصر ان کا حریف نہ تھا مگر وہ برابر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث پر عمل فرماتے رہے کہ بہادر وہ نہیں ہے جو دشمن کو بچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے۔ ان کی زندگی کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک لڑائی میں ایک یہودی کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے اور اس کو ہلاک کرنا چاہتے تھے کہ اس نے ان کے منہ پر تھوک دیا تو یکا یک اس کے سینے پر سے اتر کر علیحدہ ہو گئے' یہودی نے متعجب ہو کر اس طرح علیحدہ ہونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ پہلے تم کو اللہ کی خاطر ہلاک کرنا چاہتا تھا تم نے میرے منہ پر تھوکا تو اب میں تم کو ہلاک کرتا تو اپنے نفس کی خاطر کرتا جو صحیح نہیں ہوتا' یہ سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔

حضرت علیؓ کی مقبولیت:

وہ اپنے حسن سلوک کی وجہ سے بے حد مقبول رہے' ان کے اسی وصف پر بھروسہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے اشاعت اسلام کا کام برابر لیتے رہے' فتح مکہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوحذیفہ میں تبلیغ اسلام کیلئے مامور

ہوئے اس قبیلہ نے پہلے تو اسلام قبول کر لیا پھر منحرف ہو گیا‘ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو قید اور کچھ کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ ہوا‘ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حسن معاملہ کی کارکردگی پر پورا اعتماد تھا‘ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلطی کی تلافی کیلئے ان کو بنی حذیمہ کے پاس بھیجا‘ حضرت علیؓ نے رواداری سے کام لیا‘ قیدیوں کو رہا کر دیا اور مقتولین کے وارثوں کو خون بہا دیا۔ (فتح الباری ج٨ ص۴٦) (جون 2011ء)

☆☆☆☆☆

حضرت علیؓ کی حسن تدبیر اور حسن سلوک

ایک مرتبہ حضرت خالد رضی اللہ عنہٗ یمن تبلیغ کیلئے بھیجے گئے تو وہ وہاں ناکام رہے، رسول اللہ ﷺ نے وہاں بھیجنے کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا انتخاب کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے پہلے تو اس کام کو دشوار سمجھا مگر آپ ﷺ نے ان کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی کہ "اے خدا! اس کی زبان کو راست گو بنا اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور کر دے۔" اس کے بعد ان کے سر پر عمامہ شریف باندھا اور سیاہ علم دے کر یمن کی طرف روانہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے اپنے حسن تدبیر اور حسن سلوک سے وہاں کا رنگ کچھ ایسا بدل دیا کہ ہمدان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (فتح الباری، خلفائے راشدین)

خارجیوں کی سازشیں اور حضرت علیؓ کا لطف و ترحم کا برتاؤ:

خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے خلاف برابر سازش کرتے رہے، وہ مجوسیوں، مرتدوں، نو مسلموں اور ذمیوں کو بغاوت پر آمادہ کرتے رہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے ان بغاوتوں کو بڑے صبر و تحمل سے فرو کیا اور جب وہ زیر ہو گئے تو ان سے لطف و ترحم کا برتاؤ کیا، ایرانی باغی ان کے فیاضانہ سلوک سے یہ کہہ اٹھے تھے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہٗ بن ابی طالب کے طریق جہاں بانی نے تو نوشیروانی طرز حکومت کی یاد بھلا دی۔

وہ مسلمانوں کی مذہبی بے اعتدالیوں کو گوارا نہیں کرتے تھے، سبائی ان کو اللہ کہنے لگے تو فرمایا کہ ان کو سزا دینا بھی مذہب کی بڑی خدمت ہے، اللہ کی وحدانیت کے غلبہ میں کچھ زندیقوں کو انہوں نے زندہ جلا دینے کی سزا دی مگر جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سزا کی ممانعت فرمائی ہے تو

اس سے ندامت کا اظہار فرمایا (کتاب الخراج ص99) مگر ذمیوں کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت کا برتاؤ رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے جتنے معاہدے کیے تھے ان کو برقرار رکھا۔ (جولائی 2011ء)

☆☆☆☆☆

غیر مسلموں کے جان و مال کا مکمل تحفظ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں سے جب بھی معاہدہ کیا تو ان کی جان و مال کو مکمل تحفظ فراہم کیا اور اگر معاہدہ کی کہیں خلاف ورزی ہوئی تو اس پر سخت ردعمل کا اظہار فرمایا، غیر مسلموں سے حسن سلوک کے حوالے سے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو: جس شخص نے اس (غیر مسلم) شخص پر ظلم کیا جس سے معاہدہ ہو چکا ہو۔ (جیسے ذمی یا مستامن) یا اس کے حقوق کو نقصان پہنچایا، یا اس کی طاقت یا استعداد سے زیادہ دباؤ ڈالا یا اس کی مرضی یا خوشنودی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو میں قیامت کے دن اس کے خلاف احتجاج کروں گا۔

(ملخصاً مشکوٰۃ، ج،3۔ حدیث نمبر1138)

ذمیوں کے حقوق کی پامالی گوارا نہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ ذمیوں کے حقوق کی پامالی کسی حال میں گوارا نہیں کرتے تھے، ان کے ایک عامل عمرو بن مسلمہ رضی اللہ عنہٗ کی درشتی اور سخت مزاجی کی شکایت ذمیوں نے کی تو انہوں نے ان کو لکھ بھیجا کہ ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقہ کے ذمی دہقانوں کو تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے تم کو نرمی اور سختی دونوں سے کام لینا چاہیے لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے اور نرمی نقصان کی حد تک نہ ہو ان پر جو مطالبہ واجب ہے اس کو وصول کیا کرو لیکن ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو۔ اسی طرح ذمیوں کی آبپاشی کی ایک نہر پٹ گئی تھی تو وہاں کے عامل قرظ بن کعب رضی اللہ عنہٗ کو حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے لکھ بھیجا کہ اس نہر کو آباد کرنا مسلمانوں کا فرض ہے میری عمر کی قسم مجھے اس کا آباد رہنا زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہاں کے لوگ ملک سے نکل جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے حجاز کے عیسائیوں کو نجران یمن سے جلاوطن کر کے نجران عراق میں آباد کرا دیا تھا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف گھوڑے اور اسلحہ جمع کرنا شروع کر دیئے تھے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں وہ واپس آنا چاہتے تھے اور جب حضرت علیؓ سے اس کیلئے درخواست کی تو انہوں نے منظور کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ عمر رضی اللہ عنہٗ کے فیصلے بہت موزوں ہوتے تھے پھر بھی ان کیلئے یہ تحریر لکھ دی کہ تم لوگ میرے پاس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تحریر لیکر آئے ہو جس میں تمہارے لیے تمہاری جان، تمہارے مال کے سلسلے میں شرط لکھی ہے تمہارے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہٗ اور عمر رضی اللہ عنہٗ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ میں نے پورا کر دیا۔ لہٰذا اب جو مسلمان ان کے یہاں جائے اسے ان وعدوں کو پورا کرنا چاہیے جو ان کے ساتھ کیے گئے ہیں نہ انکو دبایا جائے نہ ان کیساتھ ظلم کیا جائے نہ انکے حقوق میں سے کسی قسم کی کمی کی جائے۔ (نومبر 2011ء)

نصرانی چور کے حق میں فیصلہ

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی زرہ کہیں گر پڑی، اس کو ایک نصرانی نے اٹھالیا، انہوں نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا، نصرانی نے زرہ دینے سے انکار کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے خلیفہ وقت ہونے کے باوجود قاضی شریحؒ کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ قاضیؒ نے ان سے پوچھا کہ آپ کے پاس آپ کی اس زرہ ہونے کا ثبوت ہے؟ وہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے تو قاضی شریحؒ نے نصرانی کے حق میں فیصلہ کر دیا جس سے وہ متاثر ہوکر بولا یہ تو انبیاء کے جیسا انصاف ہے، امیر المومنین مجھ کو اپنی عدالت کے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قاضیؒ ان کے خلاف فیصلہ دیتا ہے اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ جب کوئی فوجی دستہ کہیں روانہ کرتے تو اس کو مخاطب کر کے فرماتے: ''میں تم کو اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں جس سے تمہیں لامحالہ ملنا ہے، اس کے علاوہ تمہاری منزل کوئی اور نہیں ہوسکتی کہ وہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے، دیکھو! جس مہم پر تم روانہ کیے جارہے ہو اس کا پورا اہتمام کرنا اور ایسے کام کرنا جو تمہیں اللہ عزوجل سے قریب کریں، کیونکہ دنیا کی وہی چیز کام آئے گی جو اللہ کے پاس پہنچ گئی۔ (اگست 2011ء)

☆☆☆☆☆

حسن سلوک۔۔۔ قبیلے کا قبول اسلام

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہٗ ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رات میں ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ صبح سب کی آنکھ لگ گئی۔ نماز قضا ہوگئی۔ فوراًبعد میں ادا کی گئی۔ ہمارے پاس پانی ختم ہوچکا تھا۔ شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ سواروں کے ساتھ مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا۔ جب ہم نکلے تو دیکھا کہ ایک عورت پانی سے بھرے ہوئے دو مشک اپنی اونٹنی پر لیے جارہی ہے۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ پانی کہاں مل سکتا ہے؟ اس نے کہا قریب میں پانی نہیں ہے۔ میں اپنے قبیلہ سے ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ طے کر کے پانی لا رہی ہوں۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک بیوہ عورت ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں۔ ہم اسے لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپ کے حکم پر اونٹنی کو بٹھایا گیا۔ آپ نے مشک پر دست مبارک رکھا۔ تھوڑا سا پانی لے کر اس پر کلی کی۔ اس کے بعد آپ کا یہ معجزہ دیکھنے میں آیا کہ ہم چالیس افراد تھے۔ ہم سب نے اس سے پانی پیا اور ہمارے پاس جو چھوٹے بڑے برتن تھے سب بھر لیے۔ ایک صاحب کو غسل کی حاجت تھی انہیں اس کیلئے پانی دیا گیا۔ اس کے باوجود یوں محسوس ہورہا تھا کہ مشک اس قدر بھرے ہوئے کہ پھٹے جارہے ہیں۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا دیکھو ہم نے تمہارا پانی کم نہیں کیا ہے پھر آپ کے حکم سے ہم لوگوں نے بچی ہوئی روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں اسے دیں آپ نے اس سے کہا جاؤ یہ اپنے بچوں کو کھلاؤ۔ اس نے اپنے قبیلہ میں پہنچ کر پورا واقعہ سنایا تو سب لوگ اسلام لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے شام کے سفر میں ایک نصرانی عورت کے گھر سے گرم پانی لے کر وضو کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس روایت کو یوں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے پانی لیکر وضو کیا۔ (فروری 2012ء)

☆☆☆☆☆

اسلام محبت، امن، آشتی، بھائی چارگی اور دوستی کا مذہب

اسلام محبت، امن، آشتی، بھائی چارگی اور دوستی کا مذہب ہے اس میں خونریزی، فتنہ فساد، امن وامان کو درہم برہم کرنا، ہرے بھرے کھیتوں اور باغوں کو آگ لگانا، لڑائی جھگڑے، ناچاکیاں، اور دوریاں، بالکل بھی نہیں، محض انسان ہونے کی بنا پر اگرچہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اسلام نے پھر بھی بہت خوبصورت حقوق اور مکمل تحفظ ان کو عطا فرمایا ہے۔ 1۔ بے گناہ کسی کو جانی و مالی تکلیف نہ دی جائے۔ 2۔ بلاوجہ ان کے ساتھ بدزبانی نہ کی جائے۔ 3۔ اگر کسی مصیبت، فاقہ، تنگدستی اور مرض میں مبتلا دیکھیں تو ان کی بھرپور مدد کریں اور جتنا ہو سکے ان کے علاج اور معالجے میں معاون بنیں۔

اولیاء اللہ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

آتش پرست کا قبول اسلام

شمعون نامی ایک آتش پرست حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی تھا اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے یہاں جا کر دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھویں سے سیاہ پڑ گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تلقین فرمائی کہ آتش پرستی ترک کر کے اسلام میں داخل ہو جا' اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہوں۔ اول یہ کہ جب تم لوگوں کے عقائد میں حب دنیا بُری چیز ہے تو پھر تم اس کی جستجو کیوں کرتے ہو؟ دوم یہ کہ موت کو یقینی تصور کرتے ہو تو دنیا میں رضائے الٰہی کیلئے کام کیوں کرتے ہوں؟ اور یہ کہ موت کو یقینی تصور کرتے ہوئے اس کا سامان کیوں نہیں کرتے؟ سوم یہ کہ جب تم اپنے قول کے مطابق جلوۂ خداوندی کے دریا کو بہت عمدہ تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں رضائے الٰہی کے خلاف کام کیوں کرتے ہو؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں لیکن آتش پرستی میں تضیع اوقات کر کے تمہیں کیا حاصل ہوا' مومن خواہ کچھ بھی ہو کم از کم خدا کی وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے اور اگر ہم دونوں آگ میں گر پڑیں تو وہ ہم دونوں کو برابر جلائے گی یا تیری پرستش کو ملحوظ خاطر رکھے گی۔ لیکن میرے مولا میں وہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو مجھ کو آگ ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتی اور یہ فرما کر اپنے ہاتھ میں آگ اٹھالی اور کوئی اثر دست مبارک پر نہ ہوا۔ شمعون نے اس کیفیت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ میں تو ستر سال سے آتش پرستی میں مبتلا ہوں اور اب آخری وقت میں کیا مسلمان ہوں گا۔ لیکن جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اسلام لانے کیلئے دوبارہ

اصرار فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں اس شرط پر ایمان لاسکتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے یہ عہد نامہ تحریر کر دیں کہ میرے مسلمان ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے تمام گناہوں سے نجات دیکر مغفرت فرما دیگا۔ چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا اس کو عہد نامہ تحریر کر دیا۔ اس کے بعد شمعون صدق دل کیساتھ مشرف بہ اسلام ہوگیا اور استدعا کی کہ میرے مرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھ سے غسل دیکر قبر میں اتاریں اور عہد نامہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تا کہ روز محشر مومن ہونے کا ثبوت میرے پاس رہے اور یہ وصیت کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اسی شب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ شمعون بہت قیمتی لباس اور زریں پہنے ہوئے جنت کی سیر میں مصروف ہے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے سوال کیا کہ کیا گزری؟ تو اس نے عرض کیا کہ خدا نے اپنے فضل سے میری مغفرت فرمادی اور جو انعامات مجھ پر کیے وہ ناقابل بیان ہیں۔ لہٰذا اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر کوئی بار نہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا عہد نامہ واپس لے لیں کیونکہ اب اس کی حاجت نہیں اور صبح جب آپ رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا۔ (جنوری 2012ء)

☆☆☆☆☆

خواجہ معین الدین چشتیؒ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری حمۃ اللہ علیہ حقیقت میں سلطان الہند اور ایک سرآمد روزگار بزرگ گزرے ہیں آپ ہی نے کفرستان ہند میں روشنی اسلام پھیلائی اور اشاعت دین قیم کیلئے چپہ چپہ پر اپنے خلفاء اور علمائے باطنی کا ایک جال پھیلا دیا جو غیر مسلموں کو اسلام کے سائے میں لانے لگے۔ آپ محض ایک جلیل القدر ولی ہی نہ تھے بلکہ آپ ہندوستان کے سب سے بڑے اور سب سے پہلے اسلامی قائد تھے جن کی مساعی گرامی سے نہ صرف یہ کہ ارض ہند کے تاریک اور کفر پرور گوشوں میں اسلامی شعاعیں جگمگائیں بلکہ سلطنت اسلامی بھی قائم ہوگئی۔

جس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ پہلے پہل دہلی آئے ایک شخص بغل میں چھری دبائے ہوئے حملہ کی نیت سے سامنے آیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پیار اور حسن سلوک سے فرمایا کہ آیا ہے تو اپنا کام کر...... کافر یہ الفاظ سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگا۔ قدموں پر گرا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ یہ کرامت دیکھتے ہی بہت سے اور افراد بھی مسلمان ہوگئے۔

(مارچ 2012ء)

☆☆☆☆☆

بہرام آتش پرست سے حسن سلوک

حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست بہرام رہتا تھا۔ بڑا تاجر تھا آپ نے یہ سن کر کہ راستے میں ڈاکوؤں نے اس کا تمام مال تجارت لوٹ لیا۔ آپ کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا اور مریدوں سے کہنے لگے کہ غیر مسلم ہے تو کیا ہے، ہے تو ہمارا ہمسایہ اس کی غمگساری ہم پر لازم ہے۔ چلو اظہار افسوس کر آئیں کہ بے چارہ بہت غمگین ہے چنانچہ آپ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس نے بھی آپ کا بہت ادب کیا اور گھر کے اندر لیجا کر ایک آراستہ کمرہ میں بٹھا دیا۔ چونکہ سخت قحط پڑا ہوا تھا عزت و ادب تو کیا مگر اس نے سمجھا کہ آپ شاید کچھ کھانے پینے کیلئے آئے ہیں آپ نے نور باطن سے سمجھ لیا اور فرمایا بہرام اطمینان رکھو ہم تمہارے یہاں کھانے پینے کیلئے نہیں آئے صرف تمہاری غم خواری کیلئے آئے ہیں کہ ہم نے تمہارا نقصان عظیم کا حال سنا تھا بولا واقعی میرا تو مال لٹا اور مجھے نقصان بھی بہت پہنچا پھر بھی تین امور ایسے ہیں جن کا شکر مجھ پر واجب ہے۔

میں تو لٹا ہی نہیں۔۔۔۔!

اولاً یہ کہ میں ہی تو لٹا میں نے تو کسی کو نہیں لوٹا۔ ثانیاً یہ کہ پھر بھی نصف مال تو میرے پاس باقی رہ گیا۔ ثالثاً یہ کہ دنیوی متاع پر ڈاکہ پڑا۔ متاع آخرت تو بچ گئی۔ آپ نے مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس کی باتوں میں دوستی کی بو آتی ہے۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ تو بتائیے کہ تم لوگ آگ کو کیوں پوجتے ہو بولا صرف اس لیے کہ قیامت کے روز میں اس میں جلنے سے محفوظ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا دیکھو تم ایک عرصہ سے اس کی پرستش کر رہے ہو اور میں نے کبھی ایک دن بھی اس کی اہمیت نہ سمجھی۔ آؤ ہم تم دونوں اس میں ہاتھ ڈالیں۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمہاری

کتنی رعایت کرتی ہے۔ یہ بات کچھ بہرام کے دل کو لگ گئی اس نے کہا اچھا آپ چار امور مجھے سمجھا دیجئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کیوں زندہ کیا؟ فرمایا پیدا کیا اس لیے کہ وہ مالک کو پہچانے، رزق دیا اس لیے کہ اس کی وجہ ہی سے جان لیں، موت یوں دی کہ اس کی قہاری ہی کے سبب اسے سمجھیں پھر زندہ اس لیے کیا کہ اسے اس کی قدرت سے پہچانیں۔ بہرام نے کہا اچھا لاؤ اس آگ کو بھی آزما لیں۔ آپ نے ہاتھ ڈالا تو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا۔ بہرام نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ **(اپریل 2012ء)**

☆☆☆☆☆

شیخ جلال الدینؒ کا سادھو سے حسن سلوک

حضرت کبیر الاولیاء شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت دولت مند اور امیر وقت تھے اور آپ کے والد خواجہ محمود کی دولت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ علم وفضل میں ممتاز تھے۔ بچپن ہی سے یہ حالت تھی کہ کسی کی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے اور جب تک اس کی تکلیف رفع نہ کر لیتے تھے قرار نہ آتا تھا۔ غریبوں اور دردمندوں کی بہت مدد کرتے رہتے تھے۔ نہایت فیاض تھے اور یہ عادت آخر تک رہی۔ آپ پانی پت ہی کے رہنے والے تھے۔ ابھی شباب میں قدم بھی نہ رکھا تھا کہ استغراقی کیفیت پیدا ہونی شروع ہوگئی تھی۔ جنگلوں میں نکل جاتے اور وہاں عبادات میں مصروف رہتے۔ حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ ترک نے جب آپ کو خلافت عطا کی تو دعا دی تھی کہ ''جلالی! تجھے یہ بھی دیا اور وہ بھی دیا'' اس کا مطلب یہ تھا کہ تجھے دین اور دنیا دونوں عطا کیے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ہزارہا مخلوق کو فیض پہنچا۔ اسلام اور مقصد اسلام کو بہت تقویت ہوئی۔ بکثرت ہندوؤں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ سیاحت کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک سادھو سادھی میں آنکھیں بند کیے ہوئے بے حس وحرکت بیٹھا ہے۔ آپ نے قریب پہنچ کر اس کے قلب کو حرکت دی اس نے آنکھیں کھول دیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پارس کا ایک ٹکڑا خوش ہو کر عطا کیا جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر پانی میں پھینک دیا، اسے ناگوار گزرا۔ بولا تو نے اس گرانبہا شے کی قدر نہ کی۔ میں نہیں جانتا میرا پتھر مجھے واپس دے، ورنہ میں تجھے یہاں سے ایک قدم بھی نہ اٹھانے دونگا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں نہایت گستاخی کی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے

ہوئے اٹھے اور چشمے میں اتر گئے اور کہا لے اپنا پتھر اٹھا لے۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں اسی قسم کے صد ہزار پتھر پڑے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا باادب بندگان خدا جس پتھر پر بھی نظر کرتے ہیں پارس بن جاتا ہے۔ وہ یہ کرامت اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حسن سلوک دیکھ کر اسی وقت مسلمان ہو گیا اور پھر اس نواح میں اس کے جتنے چیلے تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے یہ سادھو کامل مومن ہو گیا۔ (مئی 2012ء)

☆☆☆☆☆

سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کا حسن سلوک

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت میں بے شمار واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مخلوق خدا پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور اس میں ہندو، مسلمان سکھ، عیسائی کی تخصیص نہ تھی۔ اس شفقت کا ایک جز ہدایت بھی تھی جو کوئی ملاقات کے لیے آتا خندہ پیشانی سے ملتے اور آپ کا تکیہ کلام تھا بندے اللہ دے۔ اس کلمے سے دوسرے کو خطاب کرتے۔

پڑوسی ہندو کا خیال:

سنت رسول اللہ ﷺ کی پابندی کا آپ کو ایسا خیال تھا کہ ایک بار ہمسائے میں کوئی ہندو مر گیا۔ آپ نے اس وقت تک کھانا نہ کھایا جب تک اسے باہر جلانے کے واسطے نہ لے گئے فرمایا پڑوسی ہے جب ان پر غم ہے تو ان سے الگ ہو کر کھانا کھانا چاہیے چنانچہ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہیں کھانا منگا کر تھوڑا سا تناول فرمایا۔ (جون 2012ء)

☆☆☆☆☆

مسلمان سردار کا انصاف اور عیسائی کی معافی

دینی امور میں مصر کے باشندوں کو پوری آزادی دی گئی۔ جان، مال، عزت ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا حتیٰ کہ عیسائیوں کا پیشوائے اعظم بن یامین جو تیرہ سال سے رومیوں کے خوف سے روپوش تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ نے بلوا کر اسے اپنے منصب پر مامور کیا اور گرجاؤں کے متعلق جو کچھ رعایتیں طلب کیں دی گئیں۔ مذہبی آزادی ملنے پر عیسائیوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور گرجوں میں تقریریں ہوئیں۔ اسقف باصلی نے اپنی تقریر کے دوران کہا: ''رومیوں کے دیرینہ مظالم کے بعد آج میں اسکندریہ میں نجات وطمانیت کا دور دیکھ رہا ہوں۔''

مصر اسلامی تہذیب کا بڑا مرکز:

مسلمانوں کی نگاہ میں یہودی نصرانی، مشرک ستارہ پرست سب یکساں تھے اور مسلمان ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے، مسلمانوں کے حسن سلوک اور مساوات کو دیکھ کر غیر مسلم جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ عربی زبان بھی اختیار کرنے لگے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ بعد میں مصر اسلامی تہذیب کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔

میری آنکھ حاضر ہے اسے پھوڑ دو!

جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو اسلامی فوج کے کسی شخص کے تیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمہ کی ایک آنکھ ٹوٹ گئی، اس واقعہ سے اسکندریہ کے عیسائیوں کو سخت رنج ہوا وہ لوگ مسلمانوں کے سردار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارے آدمی نے مجسمہ مسیح کی آنکھ پھوڑ دی ہے تم بھی اپنے پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مجسمہ بناؤ اور ہم لوگ اس کے عوض میں مجسمہ کی آنکھ پھوڑ

دیں **مسلمانوں** کے سردار نے کہا کہ یہ بالکل لغو سی بات معلوم ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ مجسمہ کی آنکھ پھوڑنے کی بجائے تم کسی مسلمان کی آنکھ پھوڑ دو' ایک عیسائی اس کیلئے تیار ہو گیا خود **مسلمانوں** کے سردار نے اپنا خنجر اس عیسائی کو دے کر کہا: ''میری آنکھ حاضر ہے اسے تم پھوڑ دو'' مسلمان سردار کا یہ انصاف دیکھ کر عیسائی کے ہاتھ سے خنجر گر گیا اور اس حرکت سے باز آ گیا۔ (جولائی 2012)

☆☆☆☆☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر مہمان کے کھانا تناول نہیں فرماتے تھے' کھانے کے وقت باہر جاتے اور دیکھتے جو بھی شخص ملتا وہ مسلم ہوتا یا غیر مسلم آپ اسے لے آتے اپنے ساتھ اپنے ہی دسترخوان پر ایک ہی پلیٹ میں اسے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔

اللہ کے ولی کا حسن سلوک

اسرار التوحید میں ہے کہ ایک روز ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نیشا پور میں ایک جماعت کے ساتھ ایک گلی سے گزر رہے تھے، ایک عورت اپنے کوٹھے سے چولہے کی راکھ پھینک رہی تھی، کچھ راکھ شیخ کے کپڑوں پر گر گئی، شیخ اس بات سے بالکل متاثر نہیں ہوئے لیکن ساتھیوں کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے چاہا کہ صاحب خانہ کی خبر لیں۔ شیخ نے کہا کہ آپ لوگ غصہ میں نہ آئیں وہ شخص جو آگ کے لائق تھا اس پر راکھ ہی گری ہے، یہ موقع تو شکر کرنے کا ہے، یہ سن کر سب پر رقت طاری ہوگئی اور کسی نے کسی کو کوئی آزار نہ پہنچائی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا حسن سلوک

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر لاحول پڑھی، اس نوجوان نے اپنا بربط اتنی زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا سر پھٹ گیا اور بربط بھی ٹوٹ گیا۔ آپ نے گھر واپس آ کر اس نوجوان کو بربط کی قیمت اور تھوڑا سا حلوہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا بربط خرید لو اور حلوہ کھاؤ تا کہ ٹوٹے ہوئے بربط کا غم دور ہو جائے۔ نوجوان کو جب یہ پیغام ملا تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔ شیخ کے پاس آیا اور ان سے معافی مانگی۔ (اگست 2012ء)

☆☆☆☆☆

بایزید بسطانی رحمۃ اللہ علیہ اور یہودی پڑوسی

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک رات ساتھ والے مکان میں ایک بچہ مسلسل روتا رہا۔ آپ نے صبح اس یہودی کے دروازے پر کھڑے ہوکر دستک دی۔ اندر سے ایک عورت کی آواز آئی کہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تعارف کرایا اور خیریت دریافت کی۔ یہودی عورت نے بتایا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے سفر پر گیا ہوا ہے اور اس عرصہ میں میرے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے اور رات بھر وہی بچہ روتا رہتا ہے۔ آپ نے بچے کے رونے کا سبب پوچھا تو عورت نے بتایا کہ گھر میں اندھیرا رہتا ہے کوئی تیل لانے والا نہیں ہے اور نہ ہی پیسے ہیں۔ میرے شوہر جاتے وقت گھر میں اناج رکھ کر گئے تھے اسی پر گزراوقات کررہی ہوں۔ حضرت فوراً اپنے گھر گئے اور ضرورت کی ہر چیز اس عورت کو مہیا کی اور پھر شام ہونے سے پہلے وہ اللہ کا بندہ جسے دنیا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پکارتی ہے ہاتھ میں تیل کی کپی لے کر یہودی کے دروازے پر پہنچ گئے۔ کئی روز تک آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بے سہارا خاتون کیلئے ضروری چیزیں فراہم کرتے رہے کہ مکان تاریکی میں نہ ڈوب جائے اور اندھیرے میں اس کا بچہ پھر نہ رونا شروع کردے۔ کچھ ماہ بعد یہودی سفر سے واپس آ گیا اور اس کی بیوی نے تمام حالات کا اس سے ذکر کیا تو وہ بہت خوش ہوا اور یہ شکر ادا کرنے کیلئے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی شکریہ کی ضرورت نہیں یہ تو میرا فرض تھا جس کو میں نے پورا کیا ہے کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو سخت گنہگار ہوتا کیونکہ ہمارے دین میں پڑوسی کے بڑے حقوق ہیں۔ یہودی نے حضرت سے عرض کی حضور مجھے بھی اسی دین کی چادر

رحمت میں چھپا لو اور اسی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو جہاں کا کلمہ پڑھا دو جس کی غلامی کی وجہ سے آپ اس بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ حضرت نے اس یہودی کو اسی وقت مسلمان کرلیا۔ (مارچ 2013ء)

☆☆☆☆☆

صوفی تب تک صوفی نہیں ہوتا۔۔۔۔

صوفیائے کرام نے انسان دوستی کو بہت اہمیت دی ہے اس میں ان کے ہاں مذہب وفرقہ، قوم ونسل کی کوئی قید نہیں وہ بے لوث دکھی انسانیت کی خدمت کرنا اگر چہ اس میں غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو بہت اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ذیل میں چند اولیاءکرام کے چند اقوال اور تعلیمات نقل کی جاتی ہے جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ صوفیائے کرام کے ہاں غیر مسلموں سے حسن سلوک کی کیا اہمیت ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ میرا وجود اتنا بڑا کردے کہ دوزخ میں صرف میرا وجود سما سکے اس میں کسی اور کے سمانے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ صوفی اس وقت تک صوفی نہیں ہوتا جب تک وہ تمام خلق خدا کو اپنے عیال کی طرح نہ سمجھے یعنی ان پر شفقت نہ کرے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے پیرومرشد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ساری رات دوزخ کے خوف سے نہیں سوئے اور صبح کے وقت میں نے سنا کہ وہ دعا میں فرمارہے ہیں اے اللہ کیا اچھا ہوتا کہ دوزخ میرے وجود سے بھر دی جاتی تاکہ دوسرے سارے انسانوں کی رہائی ہوجاتی۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جس میں سخاوت دریا کی طرح ہو، شفقت آفتاب کی طرح ہو، تواضع زمین کی طرح ہو۔ خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گل بن خار نہ بن، یار نہ بن اغیار مت بن۔ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخ سے رہائی چاہتے ہیں تو خدمت خلق کرو۔ ابو معاشر بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں اور ان میں سے ایک خلق خدا پر شفقت کرنا بھی ہے۔ صوفی عزیز الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دوست اور دشمن کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ تاکہ دوست زیادہ دوست بنے اور دشمن زیادہ دشمن نہ بنے بلکہ وہ بھی دوست بن جائے۔ (نومبر 2013ء)

عفوو درگزر اور دشمن نوازی

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے مخلوق خدا' کافر و مسلم ہر دو سے عفوو درگزر کا رویہ اپنایا جس کا معاشرتی ماحول کی خوشگواری پر بہت گہرا اثر پڑا۔ ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک یہودی کے پڑوس میں مکان کرائے پر لیا۔ آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعے پوری غلاظت آپ کے مکان میں ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز کی جگہ نجس ہوجاتی۔ آپ نے کبھی شکایت نہ کی۔ ایک دن یہودی خود ہی عرض کرنے لگا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے اسے جھاڑو دے کر روزانہ دھوڈالتا ہوں' اس لیے مجھے کوئی تکلیف نہیں'' یہودی نے عرض کیا: آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا۔۔۔ یقیناً آپ کا مذہب سچا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 27)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے حاضرین میں سے ایک نے ذکر کیا کہ بعض بدمذہب اور آپ کا برا چاہنے والے مخالفین جناب والا کو ہر جگہ برا بھلا کہتے ہیں جو ہم سے سنا نہیں جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے سب کو معاف کیا' تم بھی معاف کردو اور ایسے آدمی سے جھگڑا نہ کرو'۔

دل جوئی و دل داری:

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک دل جوئی' دل داری اور دوسروں کو راحت وسکون پہنچانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے پاس کچھ درہم لے کر گئے کہ آپ یہ درہم لے لیں تو انہوں

نے جواب دیا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: آپ کو ان کی ضرورت نہیں تو میں ایک مسلمان ہوں۔ آپ کے لے لینے سے مجھے خوشی ہوگی لہٰذا آپ مجھے خوش کرنے کی خاطر لے لیں۔ (کتاب اللمع، ص 263) (فروری 2013ء)

☆☆☆☆☆

سید اسحاق گازرونی لاہوریؒ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

حضرت سید اسحاق گازرونی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم اور المرتبت شیوخ میں سے تھے۔ اشارہ غیبی کی بنا پر لاہور تشریف لائے۔ آپ کا حسن اخلاق صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ نہ تھا بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی مثالی تھا۔ آپ کے آئینہ اخلاق میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں تھی وہ ان کی بردباری انکساری اور عاجزی تھی۔ تحفۃ الواصلین میں ہے کہ ایک نہایت ہی مالدار شخص جو اپنے علاقے میں نہایت ہی شہرت کا حامل تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا حضرت شیخ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی وہ نہایت برہم ہو کر آپ کو گالیاں دینے لگا لیکن آپ خاموش رہے یہاں تک کہ چہرے پر کسی قسم کی خفگی کا اثر نہیں ہوا جب وہ شخص بہت دیر تک آپ کو برا بھلا کہتا رہا اور گالیاں دیتا رہا اور جو اس کے بس میں تھا وہ کر چکا تو حاضرین مجلس میں سے کسی شخص نے آپ سے عرض کیا حضرت یہ بدتمیز اتنی دیر سے آپ کی شان میں گستاخی بے ادبی کر رہا ہے ہم سے یہ برداشت نہیں ہوتی۔ آپ ہمیں اجازت دیں یا تو ہم اس کو خود سزا دیتے ہیں یا آپ اس کیلئے بددعا فرما دیں تا کہ یہ شخص اپنے کیفر کردار کو پہنچے آپ رحمہ اللہ نے اس گستاخ کیلئے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا دیئے اور نہایت ہی عاجزی و انکساری سے عرض کرنے لگے یا اللہ! میں نے اسے معاف کر دیا تو بھی اس کو معاف فرما دے اور کچھ دیر آہستہ آہستہ اسی طرح دعا فرماتے رہے ابھی آپ دعا ختم کرنے ہی نہ پائے تھے کہ وہ بے ادب زمین پر بے ہوش کر گر پڑا اور تقریباً دو گھنٹے بعد ہوش میں آیا اور اٹھتے ہی حضرت شیخ کی خدمت

میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ حضرت مجھ سے غلطی ہو گئی تھی مجھے معاف فرمادیں۔ مسلم اور غیر مسلم سے حسن اخلاق کی اہمیت کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے تھے: ”انسان کو عفو ودرگزر سے کام لینا چاہیے اور اپنے اخلاق و کردار میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر تبلیغ کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ (اپریل 2013ء)

☆☆☆☆☆

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

حدیث کا مفہوم ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ صوفیاء کرام کی زندگی اسی حدیث مبارکہ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ان کی زندگی میں رنگ ونسل، قوم ومذہب کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ وہ بلاامتیاز مذہب مخلوق کی خیرخواہی اور بھلائی کو سعادت سمجھتے ہوئے ہمیشہ اس میں مشغول رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں بیت المقدس میں تھا ان دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک رات جب ہم لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو کچھ رات بیتنے کے بعد آسمان سے دو فرشتے اترے اور مسجد کی محراب کے پاس آ کر ٹھہر گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے یہاں سے کسی انسان کی خوشبو آ رہی ہے، دوسرے نے کہاں ہاں! یہ ابراہیم بن ادھم (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔ پہلے نے پوچھا، ابراہیم بن ادھم (رحمۃ اللہ علیہ) بلخ کے رہنے والے ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں! وہی۔ پہلے نے کہا: افسوس! انہوں نے رب کی رضا حاصل کرنے کیلئے بڑی مشقتیں برداشت کیں، مصیبتوں اور مشکلوں کے باوجود صبر سے کام لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مرتبہ ولایت عطا کر دیا لیکن صرف ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے انہوں نے وہ مرتبہ کھو دیا۔ دوسرے نے پوچھا: ان سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے؟ پہلے فرشتے نے کہا: جب وہ بصرہ میں تھے تو ایک بار انہوں نے ایک کھجور فروش سے کھجوریں خریدیں، کھجوریں لیکر جب وہ واپس پلٹنے لگے تو دیکھا کہ زمین پر کھجور کا ایک دانہ گرا پڑا تھا انہوں نے سمجھا شاید یہ ان کے ہاتھ سے گرا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اسے اٹھایا، صاف کیا اور کھا لیا۔ دراصل کھجور کا دانہ ان کے ہاتھ سے نہیں گرا تھا بلکہ کھجور کے ٹوکرے سے گرا تھا، جونہی وہ کھجور ان کے

پیٹ میں پہنچی ان سے مرتبہ ولایت واپس لے لیا گیا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے دروازے کی اوٹ سے جب ان کی یہ باتیں سنیں تو روتے ہوئے مسجد سے باہر نکلے اور اس پریشانی اور بے چینی کے عالم میں بیت المقدس سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر ایک کھجور فروش سے کھجوریں خریدیں اور پھر اس کھجور فروش کے پاس گئے جس سے پہلے کھجوریں خریدی تھیں، اسے کھجور واپس کی اور ساتھ ہی سارا واقعہ بیان کیا اور آخر میں اس سے معافی بھی مانگی کہ غلطی سے تمہاری ایک کھجور کھالی تھی لہٰذا مجھے معاف کر دینا۔ اس کھجور فروش نے کھلے دل سے معاف کر دیا اور پھر رو پڑا کہ حضرت کو ایک کھجور کی وجہ سے اتنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ مختصر یہ کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بصرہ سے پھر بیت المقدس روانہ ہو گئے اور بیت المقدس پہنچ کر رات کے وقت اس مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب رات کافی بیت گئی تو آپ نے دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے یہاں سے انسان کی خوشبو آ رہی ہے دوسرے فرشتے نے کہا ہاں یہاں ابراہیم بن ادھم موجود ہیں جو ولایت کے مرتبے سے گر گئے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل و کرم کے صدقے پھر وہی مقام و مرتبہ عطا فرما دیا۔

(مئی 2013ء)

☆☆☆☆☆

مشرکہ کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین

اولیاء کرام کے پاکیزہ نفوس بلاتفریق مذہب وفرقہ رنگ ونسل، قومیت ولسانیت انسانیت کی خدمت کو اولین ترجیح سمجھتے ہیں اور غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی تکمیل کو ان ارشاد میں بیان فرماتے ہیں۔ جس طرح مشارکت قرابت یا اسلام سے بہت حقوق ثابت ہوتے ہیں اسی طرح بعض حقوق محض مشارکت نوعی کی وجہ سے ثابت ہوجاتے ہیں نیز صرف انسان ہونے کی وجہ سے ان کی رعایت واجب ہوتی ہے گو وہ مسلمان نہ ہوں مثلاً مشرکہ ماں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو۔ والدین کی فرمانبرداری تمام ان چیزوں میں جو شرعاً حرام نہ ہوں اہتمام کیساتھ کرتے رہنا چاہیے جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:
حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میری ماں میرے پاس ایسے حال میں آئیں کہ وہ مشرکہ تھیں معاہدہ قریش کے زمانہ میں (یعنی صلح حدیبیہ والے معاہدے کے زمانہ میں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ مجھ سے کچھ امیدوار ہے تو کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو۔

(جولائی 2013ء)

☆☆☆☆☆

انگریز عورت کے ساتھ ہمدردی

مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ایک مہمان کو رخصت کرنے کیلئے میاں صاحب کے مدرسے سے لاہوری دروازے کے باہر شاہدرہ تک ان کے ساتھ گئے۔ وہاں یہ دونوں ساتھی کھڑے آپس میں الوداعی باتیں کر رہے تھے کہ سامنے ایک انگریز عورت پر نظر پڑی جو سخت زخمی حالت میں پیاس کی شدت سے بلک رہی تھی لیکن کوئی اسے پانی نہ پلاتا تھا۔ انسانی ہمدردی کے پیش نظر یہ دونوں اس عورت کے پاس آئے اور کہیں سے پانی لا کر اسے پلایا۔

۱۸۵۷ء کا زمانہ انتہائی ہنگامہ خیز تھا۔ ابتدا میں ہندوستانی انگریزوں پر غالب آ گئے تھے۔ اس وقت وہ اس قدر جوش میں تھے اور فضا ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ انگریز بوڑھا ہو، بیمار ہو، عورت ہو، بچہ ہو اس کی امداد کرنا نہایت مشکل تھا، حالاں کہ اسلام کی رو سے زمانۂ جنگ میں یا کسی بھی صورت میں بچوں، بیماروں، بوڑھوں اور عورتوں کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کو تکلیف سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اس عورت کی مدد کی۔ اس عورت کو کسی صورت میں مردانہ لباس پہنایا اور نہایت مشکل سے مسجد کے حجرے میں لے کر آئے اور اس کے علاج کا سلسلہ شروع کیا۔ رات کو کچھ لوگوں کو شبہ ہوا تو وہ مسجد میں تلاشی کیلئے آ گئے۔ ان لوگوں سے کہا گیا کہ ایک مریض ہے جو حجرے میں لیٹا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اب وطن جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ چند روز کے علاج سے وہ عورت صحت یاب ہو گئی تو پتا چلا کہ وہ ایک انگریز کرنل کی بیوی ہے۔ اسے کسی طرح اس کے گھر پہنچایا گیا۔

اس عورت نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور اپنی طرف سے خط لکھ کر انہیں دینا چاہا کہ کسی وقت ضرورت پڑے تو اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے، لیکن مولانا نے خط لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم نے اس کی مدد اور خدمت محض رضائے الٰہی اور انسانی ہمدردی کیلئے کی ہے، اس کا صلہ ہمیں اللہ ہی دے گا۔ اس عورت نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے ہندوستانیوں کی پکڑ دھکڑ تک نوبت پہنچ جائے، اس صورت میں یہ خط آپ کے کام آئے گا۔ اگر انگریزی حکومت سے کسی نے آپ کی شکایت کی تو متعلقہ لوگوں کو یہ خط دکھایا جا سکتا ہے، لیکن مولانا نہیں مانے، فرمایا ہم درویش لوگ ہیں۔ کوئی ہماری شکایت کیوں کرے گا اور ہمیں تکلیف پہنچا کر اسے کیا ملے گا۔

اس انگریز عورت کی صحت یابی کے بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اسے گھر پہنچایا اور پھر اس واقعہ کے کئی دن بعد دہلی سے وطن کو روانہ ہوئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۹ تا ۱۶۱) (اگست 2013ء)

☆☆☆☆☆

ابوعبداللہ خیاط اور مجوسی سے حسن سلوک

ابوعبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ دکان پر بیٹھ کر کپڑے سیتے تھے۔ ایک مجوسی جو آپ سے کینہ رکھتا تھا' اپنے کپڑے ان سے سلواتا اور اجرت میں کھوٹے سکے دیتا۔ آپ انہیں لے لیتے' نہ واپس کرتے اور نہ انہیں بتلاتے کہ تو نے کھوٹے سکے دیئے ہیں۔ ایک روز وہ اُجرت دینے کیلئے آیا تو دکان پر آپ کا شاگرد بیٹھا تھا۔ مجوسی نے حسب معمول کھوٹے سکے دیئے اور اپنے کپڑے طلب کیے۔ شاگرد نے کھوٹے سکے واپس کر دیئے اور کپڑا دینے سے انکار کر دیا۔ ابوعبداللہ آئے تو شاگرد نے انہیں واقعہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا' تو نے برا کیا' یہ مجوسی ایک سال سے یہی معاملہ کرتا رہا ہے اور میں خاموشی سے یہ سکے لے کر کنوئیں میں ڈال دیتا ہوں تاکہ وہ اور کسی مسلمان کو دھوکا نہ دے سکے۔

حسن خلق کی علامات:

یوسف ابن اسباط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسن خلق کی دس علامتیں ہیں۔ مخالفت کم کرنا' حسن انصاف سے کام لینا' انتقام نہ لینا' برائیوں سے نفرت کرنا' معذرت قبول کرنا' نفس کو ملامت کرنا' دوسروں کی بجائے اپنے عیوب پر نظر رکھنا' چھوٹے بڑے ہر شخص کے ساتھ خندہ روئی سے پیش آنا' ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے نرم گفتگو کرنا۔ کسی شخص نے سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حسن خلق کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی سے انتقام نہ لے' ایذا برداشت کرے' ظالم پر رحم کرے اور اس کیلئے مغفرت کی دعا کرے۔

(ستمبر 2013ء)

☆☆☆☆☆

یہودی پڑوسی کا اکرام

ہمارے اسلاف اور اکابرین امت جو ہمارے رہبر اور جن کی زندگی ہمارے لیے روشنی ہے ان کا اپنی زندگی میں غیر مسلموں اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا حسن سلوک اور اچھے اخلاق تھے اور وہ اپنے دل میں غیر مسلموں کیلئے کیسی محبت اور ایثار کا جذبہ رکھتے تھے۔ یہ اس واقعے میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت ان کا ایک غلام بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بنا رہا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام سے فرمایا کہ جب گوشت بنا لو تو ہمارے یہودی پڑوسی کو ضرور دینا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی مرتبہ یہی فرمایا۔ اس غلام نے عرض کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنی مرتبہ یہ بات کہیں گے؟ فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑوسیوں کے حقوق پر اس قدر زور دیا کرتے تھے کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا تھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں وراثت میں بھی شامل کر لیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(اکتوبر 2013ء)

☆☆☆☆☆

جب سمرقند مسلمان ہوا۔۔۔!!!

فتوح البلدان بلاذری میں ہے کہ: جب سمرقند فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ: سب سے پہلے اسلامی لشکر کی طرف سے وہاں کے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ لوگ دعوتِ اسلام قبول نہ کریں تو انہیں جزیہ کی پیش کش کی جائے اگر وہ اس پیش کش کو بھی ٹھکرا دیں تو پھر اسلامی لشکر کو کفار کے اس ملک یا شہر پر حملہ کی اجازت ہے کہ وہ حملہ کر دے۔ تو اہل سمرقند کو ایک عرصہ بعد ہوش آیا کہ اسلامی لشکر نے بغیر دعوت اسلام دیئے اور جزیہ کی پیش کش کیے سمرقند کو فتح کر لیا ہے جبکہ مسلمان وہاں بس گئے تھے اور گھر بنا لیے تھے تو اہل سمرقند نے ایک وفد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا جنہیں خلفاء راشدین میں شمار کیا جاتا ہے اور خلیفہ خامس کہا جاتا ہے تو وفد نے ان کی خدمت میں جا کر شکایت کی کہ سمرقند کو اس سنت اور شرعی حکم پر عمل کیے بغیر مسلمانوں نے فتح کیا ہے۔

تو انہوں نے سمرقند کے قاضی کے نام ایک خط لکھا کہ یہ خط ملتے ہی فوراً عدالت لگاؤ اور گواہی طلب کرو کہ جس وقت مسلمانوں نے سمرقند کو فتح کیا تو کیا اس سنت پر عمل کیا گیا تھا کہ نہیں؟ اگر اس سنت پر عمل کا کوئی ثبوت نہ ملے تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر جا کر کھڑی ہو جائیں اس کے بعد اس سنت پر عمل کریں۔ پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں' اگر منظور ہو تو فبہا ورنہ جزیہ کا کہیں' اسے بھی اگر نہ مانیں تب جہاد کریں۔

قاضی صاحب نے خط ملتے ہی عدالت قائم کی' مدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے کمانڈر رہیں اور دنیا کی تاریخ میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے کہ ایک کمانڈر جس نے

اپنی شمشیر کی نوک سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دارالخلافہ فتح کیا تھا' وہ قاضی کے سامنے ایک مدعا علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا۔ اس سے پوچھا گیا اس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اسا اہم شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا۔ جب یہ معاملہ ثابت ہوگیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان سمرقند شہر خالی کر دیں مسلمانوں نے گھر بنا لیے تھے' کھیتیاں جوت لیں تھیں۔ بہت سے لوگوں نے سمرقند کو اپنا شہر بنالیا تھا تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے۔ باہر جا کر کھڑے ہوگئے۔ جب وہاں کے بت پرستوں اور مشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ ان کے دلوں میں شریعت کا اتنا احترام ہے اور عدل وانصاف کا ان کے دلوں میں اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد اور چیف آف آرمی سٹاف پر اسے نافذ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں ہم خود مسلمان ہوتے ہیں۔ چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہوگیا۔ (عطاء الرحمن صاحب) (بشکریہ: ماہنامہ تدریس القرآن) (اپریل 2014ء)

☆☆☆☆☆

ڈاکو سے ولی تک کا سفر

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ شروع میں ڈاکو تھے اور راہ زنی کیا کرتے تھے۔ آنے والے قافلوں کو لوٹنا آپ کا عام معمول تھا۔ عشق الٰہی نے قلب میں آگ لگائی، غرباء نوازی نے کشش پیدا کی، شب کے وقت ایک قافلہ ادھر سے گزرا ایک شخص اونٹ کی پشت پر بیٹھا قرآن پاک پڑھتا جارہا تھا کہ یہ آیت تلاوت فرمائی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحدید 16) یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ایمانداروں کے قلوب اللہ کے ذکر سے لرزنے لگیں، یہ آیت سنی تھی کہ ایک بجلی سی آپ کے دل میں کوند گئی اور جگر میں پیوست ہوگئی، ایک چنگاڑی تھی جس نے جی و جاں میں آگ لگادی، آپ بے ساختہ یہ کہنے لگے آگیا آگیا اور اپنی تمام گزشتہ زندگی سے تائب ہوگئے، پھر آپ کو یہ فکر ہوئی کہ کتنے ہی لوگوں کا میں نے مال لوٹا ہے ان میں مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی، یہودی بھی ہیں اور عیسائی بھی۔ نجانے کتنے مذاہب کے لوگ ہیں جو میری راہ زنی کا شکار بنے۔ آپ نے ایک ایک شخص کے بارے میں معلوم کیا، چاہے وہ عیسائی تھا، یہودی تھا، بدھ مت تھا، مجوسی تھا یا کسی بھی مذہب و فرقے کا تھا۔ آپ ایک ایک شخص کے پاس جاکر یا تو اس کی لوٹی ہوئی رقم واپس لوٹاتے یا اُس سے معاف کرواتے۔ انہی لوگوں میں ایک یہودی جو نہایت سخت دل تھا وہ کسی بھی طرح اپنی رقم معاف کرنے پر راضی نہ ہوا پہلے تو اس نے ایک بڑے ٹیلے کو اٹھا کر پھینک دینے کی شرط لگائی جو ایک ہوائے غیبی سے راتوں رات فنا ہوگیا، لیکن اُس کے بعد بھی اس نے آپ کو معاف نہ کیا، آپ اس کی منت سماجت کرنے لگے اور راتوں رات آپ کو یہ فکر کھانے لگی کہ کس طرح میں اس یہودی سے اپنے حق کو معاف کرواؤں۔ پھر اُس نے کہا میرے

سرہانے کی طرف زمین میں روپیوں کی تھیلی رکھی ہے وہ زمین سے نکال کر مجھے دے دیجئے۔ آپ نے اسی وقت تھیلی نکال کر دی، وہ تھیلی دیکھتے ہی یہودی مسلمان ہوگیا اور بولا میں نے تورات میں دیکھا ہے جو شخص سچی توبہ کرتا ہے وہ اگر مٹی پر بھی ہاتھ ڈالے تو سونا ہوجاتا ہے، میں نے اسی آزمائش کیلئے ایک تھیلی مٹی سے بھر کر وہاں رکھی تھی اب مجھے علم ہوگیا ہے کہ آپ کی توبہ اور دین سچا ہے۔ (ماخوذ از کتب الدینیہ)(مئی 2014)

☆☆☆☆☆

غیر مسلموں کی عبادت گاہیں، ان کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں

اسلام ایک پر امن اور پر سکون مذہب:

اسلام سلامتی سے یعنی نہ یہ کسی کو دھوکہ دے گا اور نہ تکلیف دے گا، نہ کسی سے دھوکہ کھائے اور نہ تکلیف کھائے گا۔ یا یہ ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی ذات سے ہر شخص سلامتی، امن اور عافیت پر رہتا ہے، اس لیے اسلام میں سلام کو عام کرنے کا حکم اور اس کے بے شمار فضائل آئے ہیں۔ ایمان امن سے ہے، مومن وہ شخص ہے جس سے مخلوق خدا کو امن پہنچے۔ یعنی سلامتی، عافیت اور خیر پہنچے۔ اس لیے پیغمبر اسلام ﷺ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت محترمہ آمنہ تھا اور "آمنہ" امن سے ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی دائی کا نام حلیمہ تھا۔ "حلیمہ" بھی حلم اور امن کی طرف نشان دہی کرتی ہے۔ ولادت کے وقت جس خاتون نے خدمات انجام دیں ان خاتون کا نام شفاء تھا۔ "شفاء" بھی رحمت، عافیت، سکون اور امن کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جب ان سب شواہد کو دیکھا جائے تو ہماری نظر اسلام کو ایک پر امن اور پر سکون مذہب کی طرف نشان دہی کرتی ہے۔

انسانیت کیلئے انوکھا امن، عافیت اور سکون کا پیغام:

پیغمبر اسلام ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا وہ لوگ جنہوں نے سالہا سال ستایا پریشان کیا حتیٰ کہ مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا جب آپ ﷺ فاتح بن کر مکہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی اور آپ ﷺ کا سر مبارک اتنا جھکا ہوا تھا کہ اونٹنی کے کوہان تک لگا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے کعبہ کے دروازے پر دونوں ہاتھ رکھ کر ایک ایسا اعلان کیا جو تاریخ

اور انسانیت کیلئے انوکھا امن، عافیت اور سکون کا پیغام ہے وہ اعلان یہ تھا کہ میں نے آج سب کو معاف کیا۔ بچوں کو امن دیا' عورتوں کو عزت دی' بوڑھوں کے ساتھ درگزر کیا اور جنگجو اور ظالموں اور خون بہانے والوں کو عام معافی کا اعلان کیا۔ اس انداز سے کیا کہ ان کے اندر عزت اور وقار کا معیار پیدا ہوا۔ صرف آپ ﷺ نہیں بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ماننے والے صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم، تابعین اولیاء اور صالحین رحمہم اللہ نے غیر مسلموں کے ساتھ وہ حسن سلوک کیا جو رہتی انسانیت تک ایک پیغام اور نشان رہ جائے گا۔ آیئے ہم اپنے اس رویے کو دیکھیں کہ ہمارے دلوں میں غیر مسلموں کیلئے نفرت ہے یا محبت، رواداری ہے یا ظلم..........

وہ تین ہندوؤں کے نہیں ہمارے مرے:

گجرات میں ہندو مسلم فسادات پرانی روایت ہے میں ابھی حج کے سفر میں انڈیا کے عظیم اسکالر حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ وہ فرمانے لگے میں سفر سے واپس آیا تو کچھ نامانوس چہرے بھی تھے اور مانوس بھی۔ آپس میں گفتگو ہوئی تو پتہ چلا گجرات کے حالیہ فسادات کے بارے میں ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے کہ ہندوؤں کے تین مرے ہمارے دو مرے۔ مولانا فرمانے لگے میں نے فوراً ٹوکا ہمارے تین مرے' انہوں نے کہا نہیں ان کے تین میرے لیکن میں بار بار اصرار کر رہا تھا کہ ہمارے تین مرے۔ آخر کار میں نے ان سے عرض کیا وہ ہندوؤں کے نہیں مرے بلکہ ہمارے مرے۔ ان کے والد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اماں حضرت حوا علیہا السلام ایک ہیں، ہم انسانی بھائی ہیں، ایک دوسرے سے محبت ہمیں اسلام نے دی ہے اسلام رواداری، برداشت، حلم اور خلوص کا مذہب ہے۔

اسلامی تعلیمات اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ:

اسلامی تعلیمات کے مطابق غیر مسلموں کی جان و مال کا تحفظ اسی طرح ضروری

ہے جس طرح مسلمانوں کا، جو غیر مسلم مسلم ممالک میں رہتے ہیں یا اس ملک میں نہ رہتے ہوں لیکن مسلمانوں کو ان کی جان و مال، ان کی عزت اور ان عبادت گاہوں کا تحفظ ضروری ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کا غیر مسلم کی طرف سے اللہ کی بارگاہ میں استغاثہ:

پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک اصول بیان فرمایا کہ غیر مسلموں کا خون ہمارے خون کی طرح اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح محترم ہے۔ ایک اور ارشاد جو پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی غیر مسلم کو ستایا، اس کی جان و مال کو نقصان پہنچایا تو قیامت کے دن اس غیر مسلم کی طرف سے میں اللہ کی بارگاہ میں خود استغاثہ کروں گا۔

اسلام میں مسلم اور غیر مسلم کیلئے ایک ہی قانون:

اسلام میں جو دیت (خون بہا) مسلمانوں کیلئے ہے وہی غیر مسلموں کے لیے ہے۔ جیسے کسی مسلمان کے قتل پر قصاص واجب ہے اسی طرح غیر مسلم کے قتل پر قصاص واجب ہے۔ اسی طرح کسب معاش، حفاظت جائیداد میں مسلمان اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں۔ جیسے کسی مسلمان کا مال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی ہے اسی طرح غیر مسلم کے مال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی ہے۔

اسلام میں دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں:

مذہبی حقوق مال و جائیداد سے بھی زیادہ اہم ہیں کیونکہ اسلام مذہب کے معاملے میں جبر اور تشدد کا قائل نہیں۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں (ترجمہ آیت سورۂ بقرہ 256)

مشرکین اور مسلمانوں کیلئے معاہدہ:

یہ معاہدہ رواداری کی بہترین مثال ہے۔ یہ معاہدہ آپ ﷺ نے مدینہ آنے

کے بعد مسلمانوں یہودیوں اور مشرکین کے درمیان کرایا جس کے تحت ہر ایک کو اپنے مذہب پر چلنے کی پوری پوری آزادی تھی۔ غیر مسلم اپنی عبادت اور اس کے طریقوں میں آزاد تھے یہاں تک کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو خود مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گوشے میں اپنے طریقے پر عبادت کی اجازت دی تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا احترام:

اس سے بڑھ کر رواداری اور کیا ہوسکتی ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا جو لحاظ اور احترام کیا وہ بھی مثالی ہے شام اور بیت المقدس کا علاقہ جب فتح ہوا تو وہاں بے شمار چرچ تھے جنہیں مسلمانوں نے جوں کا توں باقی رکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے گورنروں کو ہدایت کی تھی کہ کوئی کلیسا یا آتش کدہ نہ گرایا جائے، نہ اسے آگ لگائی جائے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذہبی جذبات کی روایت اور عبادت گاہوں کے احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ فرمایا اس میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ نہ کوئی چرچ منہدم کیا جائے اور نہ کسی مذہبی رہنما کو نکالا جائے۔ (بحوالہ: ابو داؤد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گرجا گھروں کی حفاظت کی تحریری ضمانت دی

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے معاہدہ نجران کی یہ دفعات بھی نقل کی ہیں کہ پادریوں، راہبوں اور پجاریوں کو ان کے عہدوں سے برطرف نہیں کیا جائے گا اور نہ صلیبیں اور مورتیاں توڑی جائیں گی۔ شام کا علاقہ فتح ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ سمیت

چار حضرات کی گواہی کے ساتھ دستاویز تیار فرمائی جس میں نام بنام چودہ گرجا گھروں کا ذکر فرمایا اور ان کی حفاظت کی تحریری ضمانت دی۔ (البدایہ والنہایہ ج 7)

فتح مصر اور عیسائیوں کو عبادت کی آزادی:

فتح مصر کے موقع پر بھی مسلمانوں نے گرجا گھروں کی حفاظت کا دستاویزی معاہدہ کیا اور عیسائیوں کو اختیار دیا کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کے اندر جس طرح چاہیں عبادت کریں اور جو کہنا چاہیں کہیں...... مسلمانوں کو ہمیشہ دوسروں کی عبادت گاہوں کا لحاظ رہا۔

دمشق کی جامع مسجد اور چرچ کے نام سے منسوب جگہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب دمشق کی جامع مسجد میں یوحنا کے نام سے منسوب گرجا کو شامل کرنے کوشش کی اور عیسائی اس پر راضی نہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن بعد میں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے جبراً گرجا گھر کو مسجد میں شامل کر لیا۔ پھر عادل خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عہد میں عیسائیوں نے فریاد کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل کا حوالہ دیا کہ انہوں نے ہمارے روکنے پر یوحنا کے گرجا کو مسجد میں شامل نہیں کیا تھا چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دمشق کے گورنر کے نام حکم جاری فرمایا کہ گرجا گھر کا جو حصہ مسجد میں ملایا گیا ہے وہ عیسائیوں کو واپس کر دیا جائے۔ آخر کار مسلمانوں نے عیسائیوں کی منت، خوشامد کی اور انہیں راضی کیا اور بہت زیادہ اس کا بدل و حصہ انہیں دیا اور اس طرح یہ مسجد بچ سکی۔ (بحوالہ فتوح البلدان)

غیر مسلموں کو میلی آنکھ سے دیکھنا بھی اسلام میں حرام قرار پایا:

بہت سے تاریخی حقائق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں کے

خالص مذہبی معاملات میں بھی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ عبادت گاہیں کسی بھی قوم کی ہوں بہر حال اسے خدا کی عبادت سے نسبت تو ضرور ہے اس میں عبادت کرنے والوں کو تکلیف پہنچانا' ان کو قتل کرنا یا ان کو میلی نظر سے دیکھنا بھی اسلام میں حرام ہے۔

مسلسل تکلیفیں دینے والے غیر مسلموں کیلئے تحفے:

اسلام میں خونی رشتوں یعنی بہن بھائیوں' پڑوسیوں' ہم سفروں اور ایسے لوگ جنہوں نے قرض لیے ہوئے ہیں' بیماروں' کمزوروں کے ساتھ جو حسن سلوک کے احکامات جاری فرمائے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے ساتھ نہیں اور ان کا اطلاق صرف مسلمانوں اور مومنوں کے لیے نہیں اس حسن سلوک کا حکم تمام مسلمانوں کو دیا گیا ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قحط کے موقع پر ایک بڑی رقم اہل مکہ کو عطا فرمائی تھی حالانکہ یہ وہی لوگ تھے جو غیر مسلم تھے اور جنہوں نے مسلسل تکلیفیں دی تھیں۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے یہودی رشتے داروں میں تیس ہزار درہم تقسیم فرمائے تھے۔

غیر مسلم پڑوسی کا اکرام:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ کے بارے میں مروی ہے انہوں نے بکری ذبح کرائی اور پڑوسیوں کو بھیجنے کی ہدایت فرمائی۔ واپسی پر دریافت فرمایا کیا یہودی ہمسائے کو بھی اس میں سے گوشت بھیجا؟ جواب ملا نہیں بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہٗ نے خاص طور پر بکرے کا گوشت یہودی ہمسائے کو بھجوایا۔

جنگ بدر کے غیر مسلم قیدیوں سے شفقت ومحبت:

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ قیدی جو جنگ بدر میں قید ہوئے تھے ان کے ساتھ محبت، درگزر، شفقت اور عطا کا اتنا اعلیٰ نظام بنایا حتیٰ کہ ان کو نئے جوڑے پہنا کر رخصت فرمایا۔

ساری رات تنگ کرنیوالے غیر مسلم کیلئے عام معافی:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی لوہار تھا جہاں اس کے اور کئی واقعات ملتے وہاں ایک واقعہ یہ بھی ملتا ہے کہ وہ کبھی کبھار رات بھر ڈھول بجاتا لیکن اس اللہ کے دوست نے آج تک اس کی شکایت نہیں کی آخر اس کے غیر مسلم دوست جو اس کی محفل میں شامل ہوتے تھے انہوں نے کہا تمہارے قریب وقت کے ایک بہت بڑے عالم عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں وہ رات کو عبادت کرتے ہوں گے تمہیں ان کا خیال نہیں وہ سارے مل کر آئے تو آخر کار انہوں نے ان سے معذرت کی جو ان کے الفاظ تھے وہ یہی تھے ہم آپ کو اپنی طرف سے کھلی اجازت دیتے ہیں ہمیں آپ سے کوئی شکایت نہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے شرابی غیر مسلم کو خود جیل سے رہا کرایا:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا وہ موچی تھا' سارا دن جو مزدوری کرتا اس سے شراب لاتا پھر دوستوں کو اکٹھا کرتا' گانا بجاتا' شور شرابہ کرتا۔ سالہا سال یہ سلسلہ چلتا رہا ایک رات امام اعظم رحمہ اللہ نے سنا کہ آج رات آواز نہیں آئی۔ صبح پتہ چلا اس شخص کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔ آپ نے فوراً اپنا لباس بدلا اپنی سواری میں وقت کے گورنر کے دربار میں پہنچے۔ گورنر نے آپ کا ادب و احترام کیا اور حکم فرمایا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ آپ نے اس پڑوسی کی رہائی کیلئے درخواست کی انہوں نے فوراً قبول کی خود جیل میں گئے اور رہائی کا پروانہ ساتھ لیا اور اس کو ساتھ لے کر آئے اور آخر کار وہ شخص ان کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا اور اس نے ان سب کاموں سے توبہ کر لی۔

تسبیح خانہ اور غیر مسلموں کی نیند کا اکرام:

تسبیح خانہ لاہور میں ہر فجر کی نماز کے بعد اونچی آواز میں یعنی ذکر بالجہر ہوتا ہے لیکن بندہ کا اپنے احباب کو یہ خاص حکم ہے یہ ذکر اتنی اونچی آواز میں نہ کیا جائے کہ ہمارے بالکل دیوار کے ساتھ دو بڑے چرچ ہیں کہیں غیر مسلموں کی نیند نہ خراب ہوجائے۔ یہ عمل صرف بندہ طارق کا نہیں بلکہ بڑے بڑے محدثین، فقہا، علماء، اہل اللہ اور اللہ کے ولیوں کا بھی ہے۔ ان کے گھروں کے ساتھ اگر غیر مسلم رہتے تھے تو انہوں نے کبھی اپنے ذکر سے ان کی نیند میں خلل نہیں ڈالا۔

غیر مسلم کی نیند میں خلل ڈالنے پر اللہ کے ہاں جوابدہی:

اسلام تو کسی کی خیر خواہی کو اتنا زیادہ برداشت کرتا ہے کہ فقہاء کی کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے اگر مؤذن نے فجر کی اذان نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے دی اور اس میں کسی مسلمان یا غیر مسلم کی آنکھ کھل گئی تو قیامت کے دن اس مؤذن کو جن لوگوں کی نیند میں اس کی وجہ سے خلل پڑا ان لوگوں کے سامنے اللہ کے حضور جواب دہی ہوگی۔

تسبیح خانہ لاہور کا پیغام:

تسبیح خانے کا پیغام امن اور سکون کا پیغام ہے اس لیے اس کا نام دی سینٹر مرکز روحانیت و امن آف پیس اینڈ سپر چوالٹی بھی ہے۔ ہر ماہ عبقری مسلسل قسط وار پیغمبر اسلام کا غیر مسلموں سے حسن سلوک سالہا سال سے چلا رہا ہے۔ عبقری ٹرسٹ جہاں مسلمانوں کیلئے مسلسل خدمت کر رہا ہے وہاں آن دی ریکارڈ یہ بات موجود ہے کہ غیر مسلموں کیلئے بھی خدمت میں مسلسل حصہ ملا رہا ہے۔ آیئے! ہم عدم برداشت کے مزاج کو چھوڑ کر اسلام کے رواداری، اور مذہبی برداشت کو سامنے رکھیں۔ اسلام نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کیا معاہدے اور معاملے کیے اور پھر انہوں نے اس کا

صلہ انسانی رحم دلی غیر مسلموں کے حقوق کی نگرانی اور درگزر سے دیا۔

صلاح الدین ایوبی کی غیر مسلموں سے رواداری وفراخ دلی:

سلطان صلاح الدین ایوبی جب فاتح بن کر بیت المقدس میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی رواداری، فراخ دلی اور انسانی محبت کا جو ثبوت دیا اس کی تعریف یورپین مورخین نے بھی کی ہے۔ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ انصاف کا تقاضا ہے کہ ترک فاتح کی رحم دلی کی تعریف کی جائے، اس نے مفتوح کو کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہونے نہیں دیا۔ وہ ان سے بھاری رقمیں وصول کرسکتا تھا لیکن اس نے تیس ہزار کی رقم لے کر ستر ہزار قیدیوں کو رہا کیا۔ دو تین ہزار کو تو اس نے رحم کھا کر یونہی چھوڑ دیا۔ اس طرح قیدیوں کی تعداد گھٹ کر چودہ سے گیارہ ہزار رہ گئی تھی جب یروشلم کی ملکہ اس کے سامنے آئی تو اس نے نہ صرف انتہائی مہربانی سے باتیں کیں بلکہ اپنی نظروں کو جھکایا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایڈورڈ گبن مزید لکھتا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے جنگ کے یتیموں اور بیواؤں میں خیرات تقسیم کی۔ جنگ کے زخمیوں کیلئے ہر طرح کی سہولیات فراہم کیں۔ وہ قرآن کے دشمنوں کے ساتھ اس طرح کی سختی کے ساتھ حق بجانب تھا مگر اس نے جس فیاضانہ رحم دلی کا ثبوت دیا وہ نہ صرف تعریف اور تحسین بلکہ محبت کیے جانے کا مستحق ہے۔ (تفصیل کیلئے ایڈوڈ گبن کی ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 499 تا 500)

سلطان صلاح الدین اور عیسائی محکوم:

اسٹینلی لین پول نے اپنی کتاب ''صلاح الدین'' میں لکھا ہے جب یروشلم مسلمانوں کے حوالے کیا جا رہا تھا تو سلطان کی فوج، معزز افراد اور افسران نے گلی

کوچوں میں انتظام قائم کر رکھا تھا۔ یہ سپاہی اور افسر ہر قسم کی زیادتی کو روکتے تھے اس کا نتیجہ تھا کہ کسی عیسائی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، شہر سے باہر جانے کے تمام راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا اور ایک نہایت معتبر امیر باب داؤد پر متعین تھا تا کہ شہر سے باہر آنے جانے والے کو بغیر روک ٹوک کے آنے دیا جائے (بحوالہ: صلاح الدین ایوبی از اسٹینلی لین پول صفحہ نمبر 202)

مغل بادشاہوں کا غیر مسلموں سے حسن سلوک:

پروفیسر رام پرشاد گھوسلا اپنی کتاب مغل کنگ شپ اینڈ نوبی لیٹی میں لکھتے ہیں کہ مغلوں کے زمانے میں عدل و انصاف کا جو اہتمام اور ان کی جو مذہبی رواداری کی پالیسی تھی اس سے عوام ہمیشہ مطمئن رہیں۔ اسلامی ریاست میں سیاست اور مذہب کا گہرا لگاؤ رہا لیکن مغلوں کی مذہبی رواداری کی وجہ سے اس لگاؤ کی وجہ سے کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوا۔ کسی زمانے میں بھی یہ کوشش نہیں کی گئی کہ حکمرانوں کا مذہب محکوموں کا بھی مذہب بنا دیا جائے۔ حتیٰ کہ اورنگزیب نے حصول ملازمت کیلئے اسلام کی شرط نہیں رکھی۔ بادشاہ مذہب اسلام کا محافظ ضرور سمجھا جاتا لیکن اس نے کبھی غیر مسلم رعایا کے عقائد پر پابندی نہیں ڈالی چاہے وہ عیسائی ہوں یہودی ہوں یا ہندو۔ (صفحہ نمبر 297 ایڈیشن 1934ء)

مغلوں نے ہمیشہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی:

پرمتھا سرن نے اپنی کتاب پروونشل گورنمنٹز انڈر دی مغلو میں لکھا ہے کہ مغلوں کو حکومت عروج کے زمانے میں دنیا کی شاندار حکومتوں میں سے تھی لیکن انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ انسانیت کے جو تقاضے پیش کیے وہ رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ جبر نہیں کیا ان کے ساتھ اور ان کی عبادت گاہوں

کے ساتھ ہمیشہ انصاف کا تقاضا کیا۔

غیر مسلم، مسلم فسادات مغلیہ دور میں نہ لکھے، نہ پڑھے اور نہ سنے گئے:

سر جون نے اپنی ہسٹری آف سی پوائی وار میں لکھا ہے کہ بغاوت کے نام سے مجرموں کے ساتھ عورتیں اور بچے ہلاک کیے جا رہے تھے اور ان کو قصداً پھانسی نہیں دی جاتی تھی بلکہ ان کے گاؤں میں ہی آگ میں ڈال دیئے جاتے یا ان کو گولی مار دی جاتی۔ انگریز یہ فخر کرنے میں نہیں ہچکچاتے کہ انہوں نے کسی کو نہیں چھوڑا ہلاک کرنا ان کا مشغلہ تھا، تین مہینے تک لاشوں کی آٹھ گاڑیاں صبح سے شام تک ان مردوں کو لاتے جو راہوں اور بازاروں میں لٹکی دکھائی دیتیں۔ سر جون آگے نہایت افسوس سے لکھتا ہے یہ تو ان متشدد لوگوں کا رویہ تھا جو انہوں نے 1857ء میں کیا۔ لیکن اگر میں مغل حکمرانوں کی عروج کی زندگی دیکھوں تو انہوں نے ہمیشہ غیر مسلموں کی زندگی کے ہر گوشے کو سنوارا انہیں عزت دی، وقار اور مقام دیا اس لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کو انہوں نے حقوق بھی دیئے جگہ بھی دی تحفظ بھی دیا اور پھلنے پھیلنے اور پھولنے کا بھرپور موقع دیا حتیٰ کہ سر جون لکھتا ہے کہ ہندو اور مسلم فسادات مغلیہ دور میں نہ کہیں پڑھے گئے، نہ کہیں سنے گئے۔ (بحوالہ: رائس آف دی کرسچین پاور اِن انڈیا از، کے ڈی باسوج 5، صفحہ نمبر 285)

انسائیکلو پیڈیا آف بری ٹانیکا کی تصدیق:

انسائیکلو پیڈیا آف بری ٹانیکا گیارواں ایڈیشن جلد نمبر دس میں لکھا ہے کہ یورپ کے تمام اسکالر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان جہاں جہاں بھی حکمران رہے انہوں نے انصاف عدل اور محبت کے تقاضوں کو قائم رکھا اپنے محکوم چاہے وہ ان کے مسلمان ہوں یا غیر مسلم سب کو اور سب کے حقوق کو وہی تحفظ دیا جو اسلام نے انہیں کہا۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی انتہا:

سر ولنٹین چیرول نے اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کی طرح ترکوں کی بہت بڑی ہسٹری کا ایک شاہکار جمع کیا ہے اس نے لارڈ ایورسلے کے ساتھ جو ”دی ٹرکش امپائر“، لکھی ہے اس کے آخری باب میں ترکوں کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تین سو برس تک دس سلاطین اور ایک وزیر اعظم سوکولی نے اس سلطنت کی توسیع میں حصہ لیا۔ اس مدت میں اس کو مسلسل فتوحات اور کامرانیاں حاصل ہوئیں۔ اس کو چودہ سو دو میں تیمور اور منگول جیسے حکمران ملے جنگیں بھی ہوئیں فتوحات بھی ہوئیں شکستیں بھی ہوئیں لیکن ان سب میں ترک حکمرانوں نے ایک بات جو خاص طور پر کی وہ یہ کی کہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک مذہبی رواداری اور درگزر کی نہایت انتہا کی۔ آج کے سلاطین کیلئے ان کیلئے بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ اے کاش کوئی ان کو پڑھ لیتا۔ (صفحہ نمبر 426، ایڈیشن 1921ء)

مسلم حکمران غیر مسلم عبادت گاہوں کے تحفظ کے خیر خواہ:

لارڈ ایورسلے نے سلطان عبدالمجید جو ترک حکمران تھا اور اس کی حکمرانی سعودی عرب سمیت تمام خلیج پر تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے اس نے جبلی طور پر بہت سی قوتیں اور خوبیاں تھیں وہ دولت عثمانیہ میں تمام حکمرانوں میں سب سے زیادہ عظیم انسان تھا ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک خوبی یہ بھی تھی کہ غیر مسلموں کو کچلنے ان کیلئے سخت قانون بنانے اور ان کو کڑی سزائیں دینے کا مزاج ہرگز نہیں تھا بلکہ وہ ان کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کا ہمیشہ خیر خواہ رہا۔ (بحوالہ ترکش امپائر ص 313)

قوم وملت و مذہب کے بغیر انصاف کی حکمرانی:

فرانسیسی مصنف والاژون کنیر کے بیان کے مطابق محمود ثانی اپنے عیسائی باشندوں کا بڑا خیال کرتا وہ دورہ کرتا تو ان سے ملتا، ان کے مطالبات پورے کرتا، ان

کی شکایتیں سنتا، ان کے شکووں کو دور کرتا، ان کو مطمئن اور خوش کرتا تمام رعایا میں قوم و ملت کے امتیاز کے بغیر انصاف کی حکمرانی ہوتی رہی تھی۔ (والا ثون کنیر اردو ترجمہ ص 462 تاریخ دولت عثمانیہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 78)

حکومت عثمانیہ اور عیسائیوں کیساتھ حسن سلوک:

جارج فنلے اپنی مشہور کتاب ''تاریخ یونان'' میں لکھتا ہے کہ حکومت عثمانیہ بعض حیثیتوں کی وجہ سے یورپ میں سب سے زیادہ مضبوط حکومت تھی تاہم دوسرے اعتبار سے سب سے زیادہ متحمل اور روادار بھی تھی اگر وہ کسی کے جسم کو قید کرتی تھی لیکن دماغ کو آزاد چھوڑتی تھی۔ اس کی عیسائی رعایا کے نیچے کے طبقے یورپ کے دوسرے حصوں کے مساوی طبقوں کی بانسبت ذہنی حیثیت سے عموماً زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ (تاریخ یونان، از جارج فنلے جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 288، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 18، تاریخ دولت عثمانیہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 27، ایڈیشن 1920ء)

غیر مسلموں کے ساتھ رحم کی انوکھی مثال:

یورپین مورخ نے ایک انوکھی بات لکھی ہے کہ صحراؤں اور ریگستانوں میں بسنے والے مسلمان پوری دنیا میں پھیلتے چلے گئے ان میں سیاہ فام بھی تھے اور سفید فام بھی لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ رحم دلی کی ایک انوکھی مثال چھوڑ گئے۔ یہ اپنے قیدیوں کے ساتھ ان کے بچوں اور حتیٰ کہ ان کی بیوئیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتے یہ کبھی ان کی عصمت دری نہیں کرتے ان کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دیتے، ان کے لیے مکتب اور تدریس کا انتظام کرتے (بحوالہ: ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ جلد نمبر 12 صفحہ نمبر 467، دولت عثمانیہ جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 461)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی دس وصیتیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے جب شام کی مہم پر لشکر روانہ کیا تو امیر لشکر کو

مخاطب کر کے فرمایا تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کیلئے وقف کر دیا ہے یعنی عیسائی لوگ ان کو چھوڑ دینا میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں:۔ 1۔ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ 2۔ کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ 3۔ بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ 4۔ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ 5۔ کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا۔ 6۔ بکری کو کھانے کے سوا بے کار ذبح نہ کرنا۔ 7۔ اونٹ کھانے کے سوا بے کار ذبح نہ کرنا۔ 8۔ نخلستان نہ جلانا۔ 9۔ مال غنیمت میں غبن نہ کرنا۔ 10۔ بز دل نہ ہوجانا۔ (تاریخ الخلفاص96، خلفائے راشدین ص نمبر16)

حضرت ابو عبیدہؓ اور عیسائیوں کے جان و مال' عبادت گاہوں کی حفاظت

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ دمشق سے حمص کی طرف بڑھے تو راستے میں بعلبک پڑا، یہاں کے باشندوں نے ان سے امان کی درخواست کی انہوں نے ان کی جان و مال اور ان کے گرجے کو امان دے کر ان کے لیے یہ تحریر لکھی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ امان فلاں بن فلاں کیلئے اور اہل بعلبک کیلئے اس کے رومیوں، اس کے فارسیوں، اس کے عربوں ان کی جانوں کیلئے ان کے مالوں کیلئے ان کے گرجا گھروں کیلئے ان کی محل سراؤں کیلئے یا وہ شہر میں داخل یا باہر کیلئے، ان کی چوکی امان میں ہے۔ رومیوں کو اجازت ہے پندرہ میل کے اندر اپنے مویشی چرائیں اور کسی عبادت گاہ میں ماہ ربیع الاول اور جمادی اول گزارنے تک نہ اتریں اس کے بعد جہاں تک چاہیں اتر جائیں کیونکہ ان کی جان کا تحفظ اسی میں ہے تا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس میں جو اسلام لائے گا اس کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے اس کے وہی فرائض ہیں جو ہم پر ہیں' جو نہ لائے ان پر جبر نہیں ان کے تاجروں کو ان شہروں میں سفر کرنے کی اجازت ہے جن سے ہمارے صلح ہوچکی ہے۔ ان پر جو اپنے مذہب پر قائم رہے گا اس پر اللہ شاہد ہے اور اس کی شہادت کفایت کرتے ہیں۔

(بلاذری عربی صفحہ 136، اردو ترجمہ 207 تا 208)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گرجا گھروں کو امان:

بیت المقدس فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی موجودگی میں وہاں کے لوگوں سے یہ معاہدہ ہوا وہ یہ کہ وہ امان میں ہیں جو خدا کے غلام امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ایلیا کے لوگوں کو دی یہ امان ان کے جگہ مال، گرجا صلیب تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کیلئے ہے اس طرح ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت اختیار کی جائے، نہ ان کو ڈھایا جائے، نہ ان کو اور ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے نہ ان کی صلیبوں اور مال میں کمی کی جائے مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ (بحوالہ تاریخ ابوجعفر جریر طبری فتح بیت المقدس جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 420، الفاروق جلد نمبر 2 ص 136 تا 137)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غیر مسلموں سے انوکھا حسن سلوک:

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کہیں سے گزر رہے تھے کہ ایک بوڑھے اندھے سائل کو بھیک مانگتے دیکھا پوچھا تم کس مذہب کے پیروکار ہو اس نے جواب دیا میں یہودی ہوں' پھر پوچھا بھیک کیوں مانگتے ہو؟ بوڑھا ہو کر محتاج ہو گیا ہوں جزیہ کی بھی رقم ادا کرنی ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اس کو اپنے گھر لے گئے اس کا اکرام کیا' احترام کیا' اس کو کھلایا پلایا اور گھر سے لا کر کچھ دیا۔ پھر بیت المال کے خزانچی کو بلا کر حکم دیا اس اس طرح کے اور مجبور لوگوں کا خیال رکھو۔ یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ ایسے لوگوں سے جوانی میں تو جزیہ وصول کر کے فائدہ اٹھایا جائے اور بوڑھے ہوں تو ان کو بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ پھر یہ آیت پڑھی'' انما الصدقات للفقراء والمساکین۔۔۔'' اس میں فقراء سے مراد مسلمان فقراء ہیں اور مسکینوں سے مراد غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد یہودیوں عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں

کے معذور مسکینوں پر جزیہ معاف کر دیا۔ (کتاب الخراج، باب نمبر 13، اور فصل نمبر 2)

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو بستر مرگ پر غیر مسلموں کا خیال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بستر مرگ پر بھی غیر مسلموں کا خیال رہا انہوں نے فرمان میں اپنے بعد آنے والے خلفاء کو غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی۔ (بحوالہ کتاب الخراج، باب نمبر 13 فصل نمبر 2)

بنوامیہ کی غیر مسلموں سے رواداری:

بنوامیہ کی رواداری کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے مفتوحہ علاقے خصوصاً شام عراق میں دفتری زبان عربی کی بجائے رومی اور فارسی ہی رہے حتیٰ کہ ٹیکس کے محکمے میں عربوں کے بجائے دوسری قوموں کو ہی سیاہ و سفید کا مالک بنایا۔ (کتاب المامون صفحہ نمبر 161)

بنوامیہ کی حکومت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں غیر مسلموں کی بہت حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے ایک عیسائی کو دربار کا چیف مقرر کیا، ابن آثال ایک عیسائی تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حمص میں اس کو ایک معزز عہدہ دیا وہ طبیب بھی تھا اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے طب کی بعض کتابیں یونانی زبان میں ترجمہ کرائیں تاکہ یونان کے غیر مسلم بھی اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکیں۔

غیر مسلم رعایا کے ساتھ محبت و شفقت:

مروان بن الحکم کے دربان کا مشہور طبیب ماسرجیس ایک یہودی تھا اس نے بشپ ایران کی انسائیکلوپیڈیا کا عربی ترجمہ سریانی زبان سے کیا اور خلیفہ مروان بن الحکم نے اس کو بہت بڑا عہدہ دیئے رکھا اور اس کے اوپر اپنی عنایات کی بارش کئے رکھی اور اس کے علاوہ تمام رعایا یعنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ اپنی محبت باقی رکھی۔

مسلمان حکمران اور ایک چرچ کی حفاظت:

ایس بی اسکاٹ لکھتا ہے کہ صقلیہ میں مسلمانوں کے ہزاروں محل اور ان کی خوبصورتی شان مسلمانوں کے شہروں کیلئے مایہ ناز تھا لیکن جس چیز کی انہوں نے حفاظت کی وہ ایک چرچ تھا۔ انہوں نے اس کو بھی باقی بلکہ خوبصورت رکھا۔ (اخبار الاندلس جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 75)

غیر مسلموں اور ان کی عبادت گاہوں کیساتھ حسن سلوک:

عبدالرحمن الداخل کے بیٹے ہشام اول نے اپنے سیرت و کردار میں اور طرز حکمرانی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی یاد تازہ کر دی جہاں اس کے اور کارنامے ہیں وہاں انصاف میں امیر و غریب کا امتیاز نہ کرنا اور لطف و کرم سے پیش آنا رعایا کو تنگ کرنے والے حکام کو بے رحم ہو کر سزا دینا۔ غیر مسلموں کے ساتھ اور ان کی عبادت گاہوں کے ساتھ حسن و سلوک کرنا اس خاندان کے حکمران عبدالرحمٰن ثانی کا بھی یہی طرہ امتیاز تھا اور اس خاندان کے اور حکمران عبدالرحمٰن ثالث کو بھی یہ وقار حاصل تھا اس کے انتقال کے بعد اس کے کاغذوں میں ایک بیاض نکلی جس میں اس نے لکھا تھا میں نہایت امن و امان کامیابی کے ساتھ پچاس برس حکمرانی کر کے جا رہا ہوں۔ میرے دشمن اور دوست مجھ سے خوش ہیں، دنیا بھر کے بادشاہ میری دوستی کے طلب گار ہیں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کی خواہش انسان کے دل میں ہوا کرتی ہے وہ مجھے نہ ملی ہو۔ میں نے ان دنوں کو گنا ہے جن میں میں بے فکر رہا اور میں واقعی بے فکر رہا مجھے حقیقی خوشی نصیب ہوئی۔ ایس بی اسکاٹ لکھتا ہے عبدالرحمٰن ثالث غیر مسلموں کیلئے اتنا بڑا دل رکھتا تھا کہ شاید شیر کا دل بھی چھوٹا ہوگا اور ڈوزی مشہور مورخ لکھتا ہے عبدالرحمٰن ثالث کی فوج دنیا کی بہترین فوج تھی لیکن کبھی اس کی تلوار غیر مسلموں کیلئے نہیں اٹھی اور اس نے ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ اور ان کی عبادت گاہوں کے ساتھ بہترین اور اعلیٰ سلوک کیا ہے۔ (ہسٹری آف سارا سیز صفحہ نمبر 112 تا 114)

معتصم باللہ کی رواداری:

معمون کے جانشین معتصم باللہ نے ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ اعلیٰ سلوک کیا اس کا مقابلہ رومیوں کے ساتھ تھا وہ ہمیشہ تھیونینس بادشاہ کے سپاہیوں کا کبھی کمزور حصہ ہوتا تو اس کی اطلاع کر دیتا چاہے اس کو اپنا خود نقصان اٹھانا پڑ جائے اور اس نے ہمیشہ رومیوں کے قیدیوں کے ساتھ ان کے بچوں اور ان کی عورتوں جانوروں، ان کے کھیتوں ان کے باغوں اور ان کے قلعوں اور ان کے مقبروں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ (تفصیل کیلئے دیکھیے تاریخ ابن اثیر جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 166)

غیر مسلموں کے ساتھ عباسیوں کی عام رواداری:

مامون کا ایک دوست عبدالمسیح بن اسحاق کندی تھا وہ اس کا بہترین دوست اور غیر مسلم تھا، مامون کے مرنے کے بعد کندی نے جو مرثیہ لکھا وہ پڑھنے کے قابل ہے کہ مامون وہ شخص تھا جو اپنے علم، مرتبے کمال میں فائز تو تھا ہی لیکن اپنے وقار اور اپنی عظمت میں وہ ایسا آ گے تھا کہ اس نے ساری زندگی اسلام لانے میں کبھی جبر نہیں کیا میرے مسیحی حقوق کی حفاظت کی اور میرے عیسائی عقائد پر تنقید تو تنقید کڑوا لفظ بھی نہیں کہا۔ (بحوالہ المامون)

خلیفہ وقت نے عیسائی حکیم کی نماز جنازہ میں حصہ لیا:

خلیفہ معتصم باللہ کی ایک عیسائی حکیم سلمو یہ سے بہت مروت تھی حتیٰ کہ دوستی کی حد تک اس سے تعلق تھا سلمو یہ بیمار ہو گیا خلیفہ اس کی عیادت کو گیا اور جب تک وہ بیمار رہا وہاں مسلسل جاتا رہا جب اس کا انتقال ہو گیا تو ایک دن کھانا نہیں کھایا حکم دیا کہ اس کا جنازہ دار الخلافہ میں لا کر رکھا جائے اور اس کے عزیز اپنے مذہب کے مطابق اس کی لاش پر دھونیہ دے رہے تھے اور انہوں نے شمعیں جلائیں ہوئیں تھیں خلیفہ

نے کوئی ناگواری کا اظہار نہیں کیا بلکہ عیسائیوں کے ساتھ اس کی نماز جنازہ کیلئے کھڑے ہوگئے۔ (کتاب المامون صفحہ نمبر 162)

عیسائی مورخ کا اکرام:

جارج بن جبریل ایک بہت بڑا عیسائی مورخ تھا خلیفہ منصور کے زمانے میں خلیفہ نے اس کو بہت کمال اور وقار دیا تھا جب جارج مرض الموت میں مبتلا ہوا اور وطن واپس جانا چاہا تو منصور نے اس کو سفر خرچ کیلئے پچاس ہزار اشرفیہ دیں اور اس کے ساتھ لکھ کر دیا کہ اس کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی اس کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کیا جائے گا خلیفہ منصور خود بہت بڑا عالم اور تجربہ کار تھا وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور ان کے مذہبی رواج کو کبھی نہیں چھیڑتا تھا۔ (بحوالہ مضمون تراجم از مولانا شبلی نعمانی مقالات جلد ششم) فلپ کے ہلٹی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں جتنے بھی سردار تھے ان سب نے غیر مسلموں کو ہمیشہ عظمت دی، اپنی بخشش دی، غیر مسلم مجرموں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو مسلمان مجرموں کے ساتھ کرتے، کبھی پلسیا، وینس اور جنیوا کے علاقوں کے غیر مسلموں کو صلیبی جنگوں میں نقصان نہیں پہنچایا حتیٰ کہ فرانس، لورین، اٹلی اور سسلی میں غیر مسلموں کو اقتصادی اور معاشی تقویت پہنچانے میں مسلمانوں کا بہت بڑا کردار ہے اور مسلمانوں نے غیر مسلموں کے مذہبی رواجوں اور عبادت گاہوں کو گرایا نہیں اور نہ ہی مٹانے کی کوشش کی۔ (ہسٹری آف عربس صفحہ نمبر 636)

آخری بات:

قارئین! ماہنامہ عبقری ایک امن اور سکون کا پیغام عالم میں لے کر نکلا ہے اور عالم نے اس امن و سکون اور روحانیت کے پیغام کو جس طرح ہاتھوں ہاتھ لیا تاریخ اس

کی گواہ ہے۔ عبقری جہاں مسلمانوں میں مقبول ہے وہاں ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں، یہودیوں میں بھی اسی طرح مقبول ہے جس طرح ہونا چاہیے۔ عبقری روحانیت اور امن کا ایک پیغام انسانیت کیلئے لایا ہے نہ کہ صرف مسلمانوں کیلئے اور انسانیت میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ آیئے! ہم مل کر بلاتفریق، مذہب قوم زبان علاقہ اور گروہ کے انسانیت کی خدمت کیلئے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ تھامیں، تشدد کا پیغام ختم کر کے عدم تشدد کا پیغام عالم کو دیں، عدم برداشت کا پیغام ختم کر کے برداشت کا پیغام انسانیت کو بانٹیں۔